

شِيعَہ

جواب دیتے ہیں

مصنف

علاء علی کورانی عاملی

مترجم

مجتہد الاسلام سید ابو محمد تقوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سیدنا اسکندر

سیدنا اسکندر
حیدرآباد لطف آباد پوسٹ نمبر ۸-۵۱

شیعہ جواب دیتے ہیں

رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

مترجم: سید ابو محمد نقوی

ناشر: انتشارات مرکز جهانی علوم اسلامی (ایران-قم)

طبعہ اول: ۱۳۲۷ھق - ۱۳۸۵ھش - ۲۰۰۶ء

تعداد: ۲۰۰۰

شابک: ۹۶۳-۷۷۳۱-۹۲-۸

ملنے کے ایڈرس:

ایران: قم المقدسہ، انتشارات مرکز جهانی علوم اسلامی، بلوار بہار، جب هتل

الزہرا (س) فون نمبر: 0098251\7749875

E-mail: public-relations@Qomicis.com

ہندوستان: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ، یوپی۔

فون نمبر: 0091522\647596 فیکس نمبر: 647910

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

شیعہ صحابہ دیتے ہیں

(رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات)

ان سوالوں کے جوابات جن کو پاکستانی مجلہ
خلافت راشدہ میں پاکستانی شیعہ علماء کے
سامنے پیش کیا گیا تھا یہ مجلہ سپاہ صحابہ کی سرپرستی
میں شائع ہوتا ہے۔

مصنف

علامہ علی کورانی عالمی

منہ جسم

سید ابو محمد نقوی

عرض ناشر

تمام آسمانی ادیان و مذاہب کی تاریخ کے بارے میں تحقیق اور جائزے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ہر آئین و مذہب کے سامنے دو قسم کا خطرہ درپیش رہا ہے: ۱۔ بدخواہ اور دشمن۔ ۲۔ شدت پسند طرفدار اور دوست۔

دشمن اس دین کی اچھائیوں اور حقائق کو چھپا کر اس کی تعلیمات کو سبک اور پھیکا کرنے کی کوشش میں رہے ہیں اور نادان شدت پسند طرفداروں کی دینی معارف اور تعلیمات کو بڑا دکھا کر اسے وسیع بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں انسان آسمانی کتب اور ادیان میں تحریف جیسی منحوس، بدترین اور افسوسناک حرکتوں کی بنا پر انگشت بدنداں ہے جو ایک بہت بڑی خیانت ہے۔ مقدس کتابوں میں کمی یا زیادتی مذکورہ دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے ذریعہ ممکن ہے ان دو اسباب کی بنا پر ہی یہودی مذہب کے فریسیہ، سامریہ، صدوقیہ، اسنیہ، قاریہ اور دونمہ جیسے فرقوں میں تقسیم ہو گیا یا عیسائیت میں کیتھولک، آرٹڈکس اور پروٹیسٹنٹ جیسے فرقے وجود میں آ گئے۔ دین اسلام اپنی عالمی عظمت و شوکت کے باوجود اس افراط و تفریط سے محفوظ نہیں رہ سکا ہے،

ظہور اسلام کے بعد مختصر سے عرصے میں دنیا کے دور ترین علاقوں میں اسلام کے چاہنے والے پیدا ہو گئے اور کچھ افراد سے عشق کی حد تک چاہنے لگے اور اس میں غلو کرنے لگے، اس کے مقابلے میں کچھ لوگ اس سے شدید کینے اور جلن کی وجہ سے اس کی دشمنی میں لگ گئے، اسلام کے حد سے بڑھ جانے والے دوستوں میں سے کچھ شیعوں کے ائمہ کو خدا کہنے لگے اُن اماموں نے ان سے بیزاری کا اعلان کر دیا اسی طرح مخالفین بھی دین میں شکوک و شبہات اور غلط فہمی پیدا کرنے اور تفرقہ ڈالنے میں لگ گئے، جیسے احمد بن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب ایسے ہی افراد تھے جنہوں نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے عقائد و اعمال میں شبہات پیدا کئے جس سے بے شمار اختلافات اور سوءظن شروع ہو گئے، پاکستان میں طالبان یا سپاہ صحابہ نامی اہل سنت کی ایک جماعت نے مذہب شیعہ بعض اصولوں کے سلسلہ میں کچھ سوالات اور شبہات پیش کئے ہیں جن کے جوابات حاضر خدمت ہیں اور اس وقت کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ سپاہ صحابہ کے ان ہی چوالیس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے یہ جوابات عظیم دانشمند آیۃ اللہ علی کورانی عالمی نے دئے ہیں اور مترجم ارجمند سید ابو محمد نقوی نے کافی محنت اور دقت نظر کے ساتھ ان کا اردو ترجمہ کیا ہے مرکز جہانی علوم اسلامی اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے مؤلف، مترجم اور ان تمام افراد کا شکر گزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں زحمت اٹھائی ہے خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ اعلیٰ مقصد تک پہنچنے میں ہماری اور دنیا کے تمام لوگوں کی رہنمائی فرمائے۔ والسلام

معاونت تحقیق

ادارہ برنامہ ریزی و سامانہ ہی تحقیقات

فہرست کتاب

۱۳	مقدمہ
۱۵	اسماء بنت عمیس سے ابو بکر کی شادی
۱۵	سوال ۱
۱۵	جواب ۱
۱۹	شرعی نسب باپ سے ہوتا ہے؟
۲۱	سوال ۲
۲۱	سوال ۳
۲۱	سوال ۴
۲۲	جواب ۲، ۳، ۴
۲۳	آل محمدؑ اور اہل بیتؑ کون لوگ ہیں؟
۲۳	سوال ۵
۲۳	سوال
۲۳	سوال ۷
۲۳	جواب ۵، ۶، ۷

- نتیجہ
- ۲۷ جناب فاطمہ زہراؑ کا حضرت ابو بکر سے فدک کا مطالبہ
- ۲۹ سوال ۸
- ۲۹ سوال ۹
- ۳۰ سوال ۱۰
- ۳۰ جواب ۸ ، ۹ ، ۱۰
- ۳۳ جب حضرت علیؑ کی خلافت الہی ارادہ تھا تو کیوں متحقق نہیں ہوا؟
- ۳۳ سوال ۱۱
- ۳۳ سوال ۱۲
- ۳۳ سوال ۱۳
- ۳۳ سوال ۱۴
- ۳۵ جواب ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴
- ۳۹ کیا شیعہ پیغمبرؐ کے زمانہ میں موجود تھے؟
- ۳۹ سوال ۱۵
- ۳۹ جواب ۱۵
- ۴۳ کیا حضرت علیؑ نے مذہب اہل سنت کا انکار کیا ہے؟
- ۴۳ سوال ۱۶
- ۴۳ جواب ۱۶
- ۴۷ کیا جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے عقد کرنے پر اعتراض کیا تھا؟ ۴۷
- ۴۷ سوال ۱۷
- ۴۷ سوال ۱۸
- ۴۸ جواب ۱۷ ، ۱۸

کیا نبی اکرمؐ اور تمام ائمہ معصومین تمام انبیاء سے افضل ہیں؟ ۴۹

۴۹

سوال ۱۹

۴۹

جواب ۱۹

کیا حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ معراج میں موجود تھے؟ ۵۳

۵۳

سوال ۲۰

۵۳

جواب ۲۰

حضرت علیؑ غاصبین خلافت سے خلافت کیوں نہ لے سکے؟ ۵۷

۵۷

سوال ۲۱

۵۸

جواب ۲۱

۶۳

کیا امام حسینؑ کے قاتل شیعوں تھے؟

۶۳

سوال ۲۲

۶۳

جواب ۲۲

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا گیا ہے اس کا کیا

۷۳

مطلب ہے؟

۷۳

سوال ۲۳

۷۴

جواب ۲۳

۸۳

نتیجہ

کیا حضرت علیؑ اور ائمہ کیلئے شہادت ثالثہ یعنی تیسری گواہی دینا ضروری

۸۹

ہے؟

۸۹

سوال ۲۴

۸۹

سوال ۲۵

۹۰

سوال ۲۶

۹۰

سوال ۲۷

۹۰

سوال ۲۸

۹۰

جواب ۲۳ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸

خداوند عالم کے فرمان ”صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا“ کا کیا مطلب

۹۹

ہے؟

۹۹

سوال ۲۹

۹۹

جواب ۲۹

۱۰۷

کیا آپ لوگوں کے نزدیک نماز میں تکلف واجب ہے

۱۰۷

سوال ۳۰

۱۰۷

جواب ۳۰

۱۱۱

کیا جناب فاطمہؑ امام حسینؑ کے حمل کے وقت رنجیدہ رہتی تھیں؟

۱۱۱

سوال ۳۱

۱۱۱

جواب ۳۱

۱۱۷

کیا جناب فاطمہؑ زہراؑ نبی اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں؟

۱۱۷

سوال ۳۲

۱۱۷

جواب ۳۲

۱۲۳

کربلا کے بعد اہل بیتؑ کی خواتین کا طرز عمل

۱۲۳

سوال ۳۳

۱۲۳

جواب ۳۳

۱۲۵

کیا امام زین العابدینؑ نے کسی ہاشمی عورت سے شادی کی تھی؟

۱۲۵

سوال ۳۴

۱۲۵

سوال ۳۵

۱۲۶

جواب ۳۳، ۳۵

کیا حضرت علی علیہ السلام نے ابو بکر کی بیعت بہ خوشی یا تہی یا مجبوری کی

۱۲۹

حالت میں

۱۲۹

سوال ۳۶

۱۳۰

جواب ۳۶

”شورئی مہاجرین و انصار کے لئے ہے“ حضرت علیؑ کے اس قول کی

۱۳۱

وضاحت

۱۳۱

سوال ۳۷

۱۳۲

سوال ۳۸

۱۳۲

جواب ۳۷، ۳۸

۱۵۵

مجلسیں اور تعزیر برآمد کرنے پر کیا دلیلیں ہیں؟

۱۵۵

سوال ۳۹

۱۵۵

سوال ۴۰

۱۵۵

جواب ۳۹، ۴۰

۱۵۹

واقعہ کربلا کے راوی کون ہیں؟

۱۵۹

سوال ۴۱

۱۵۹

جواب ۴۱

۱۶۱

کیا یہ صحیح ہے کہ یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟

۱۶۱

سوال ۴۲

۱۶۱

جواب ۴۲

کالا لباس نہ پہننے کے سلسلہ میں موجود روایات کے بارے میں آپ

۱۷۵

کی کیا رائے ہے؟

۱۷۵

سوال ۴۳

۱۷۵

جواب ۴۳

۱۸۳

کیا تھوک سے استنجاء کیا جاسکتا ہے؟

۱۸۳

سوال ۴۴

۱۸۳

جواب ۴۴

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَافْضَلُ الصَّلَاةِ
وَاقْسَمُ السَّلَامِ، عَلٰی سَیْدِنَا وَنَبِیْنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
الطَّیْبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ.

یہ ان ۴۴ سوالات کے جوابات ہیں جو سپاہ صحابہ کے زیر نظر شائع ہو جانے والے مجلہ میں علماء شیعہ کے سامنے پیش کئے گئے، ان سوالات کی اہمیت کے پیش نظر مجھ سے بعض پاکستانی برادران نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ان سوالات کے جوابات تحریر کروں حالانکہ سوالات بہت معمولی قسم کے ہیں، مذہب اہل بیتؑ طاہرینؑ کے دفاع کی غرض سے ان کے جوابات تحریر کر دئے ہیں۔

ہم خداوند قدوس سے دعا گو ہیں کہ خدایا طالب حق کی ہدایت کراور
متکبرین کو نیست و نابود فرماو ہو حسبننا ونعم الوکیل۔

اسماء بنت عمیس سے ابو بکر کی شادی

سوال ۱

جب آپ کے نزدیک ابو بکر صدیق منافی، مرتد، ظالم اور غاصب ہیں تو حضرت علیؓ نے اپنے بھائی جعفر طیارؓ کی بیوہ اسماء بنت عمیس کا عقد ان کے ساتھ کیوں ہونے دیا؟

جواب ۱

یہ سوال، سوال کرنے والے کی تاریخ سے نا آگاہی کی دلیل ہے اس لئے کہ حضرت ابو بکر نے اسماء بنت عمیس سے پیغمبر اسلام کے دور حیات میں ہی ان کے شوہر حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد عقد کر لیا تھا۔ اس کی تفصیل کتاب صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۷۲ پر جناب عائشہ سے اس طرح نقل کی گئی ہے:

عن عائشة قالت نفست اسماء بنت عمیس

بمحمد بن ابی بکر بالشجرة، فأمر رسول

اللہ ابابکر یا مرہان تغتسل وتہل

”عائشہ کا کہنا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے جب محمد بن ابوبکر کو مقام شجرہ پر جنم دیا تو رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر کو اس بچہ کو غسل دینے اور اس کے کان میں اذان و اقامت کہنے کا حکم دیا“

ہمیں تاریخ میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے اسماء کی شادی حضرت ابوبکر سے کرائی ہو!!

لیکن اسماء بنت عمیس نے حضرت ابوبکر سے عقد کیوں کیا اور حضرت رسول اکرم ﷺ یا حضرت علیؑ نے انھیں منع کیوں نہیں کیا؟

جواب: پیغمبر اسلام ﷺ نے احکام اسلام ظاہری طور پر جاری کئے ہیں، لوگوں کے مافی الضمیر پر لاگو نہیں کئے اور نہ ہی کسی کے عیوب سے پردہ ہٹایا ہے یہ بات مسلم ہے جیسا کہ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۸۳ پر تحریر ہے:

ان فی اصحابی منافقین

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”میرے اصحاب میں بعض افراد منافق ہیں“ اور صحیح مسلم میں بھی منقول

ہے کہ آپ نے فرمایا:

لأنخرق علی احد سترأ

”میں کسی کے گناہوں پر پڑے ہوئے پردے نہیں اٹھاتا“

مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴۱ پر ابن عمر سے روایت نقل ہوئی ہے:

”میں پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں تھا جب حرمہ بن زید نے رسول خدا کی خدمت میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھتے ہوئے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ایمان یہاں پر ہے، اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا نفاق یہاں پر ہے اور میری زبان پر ذکر خدا بہت کم جاری ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ خاموش رہے جب حرمہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے منہ پھیر لیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے حرمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللهم اجعل له لساناً صادقاً وقلباً
شاكراً، ووارزقه حبی وحب من یحبنی وصل

امره الی الخیر

یعنی خدا یا اس کی زبان میں سچائی، اس کے دل میں شکر گزاری کی صلاحیت پیدا کر، اس کو میری اور میرے محبت کی محبت عطا کر اور اس کو نیکی کی ہدایت عطا فرما اس وقت حرمہ کہنے لگا:

یا رسول اللہ میرے کچھ منافق دوست ہیں اور میں ان سب کا سردار ہوں کیا میں آپ کو ان کے بارے میں کچھ بتاؤں؟ تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

من جائنا کما جئتنا استغفرنا له کما استغفرنا

لک، ومن اصر علی ذنبه فالله اولی به،

ولانحرق علی احد سترأ

”یعنی میرے پاس جو بھی آتا ہے میں اس کیلئے طلب مغفرت کرتا ہوں جیسا کہ تم آئے اور میں نے تمہارے لئے طلب مغفرت کی اور جو اپنے گناہوں

پراصرار کرتا ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور میں کسی کاراز فاش نہیں کرتا اس روایت کے تمام راوی صحیح ہیں“

ابو بکر ظاہری طور پر مسلمان تھے لہذا پیغمبر اسلام ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ایک مسلمان کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان کے حقیقی چہرہ سے نقاب نہیں ہٹائی۔

لیکن یہ مسئلہ کہ اہل بیت اور صحابہ کے سلسلہ میں ہمارا کیا عقیدہ ہے اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ہم پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں آپ کے بعد قرآن اور اہل بیت سے متمسک رہنے کا حکم دیا ہے اور اس کی واضح دلیل فریقین کے نزدیک صحیح شمار کی جانے والی حدیث ثقلین ہے۔ لہذا ہم نے قرآن اور سنت کو صرف اور صرف اہل بیت سے حاصل کیا ہے اور ہم صحابہ کے اچھے و برے ہونے کو اہل بیت کی کسوٹی پر تولتے ہیں یہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت اور بغض پیغمبر اکرم کے دور حیات میں اور آپ کے بعد، ایمان اور نفاق کو پرکھنے کا ترازو ہے (۱)

یہی مطلب دیگر ائمہ اہل بیت کے بارے میں بھی ہے پس اگر ہمارے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ علی علیہ السلام، جناب فاطمہ علیہا السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین یا باقی ائمہ معصومین میں سے کوئی امام کسی شخص کے بارے میں اچھا

۱. مراجعہ کیجئے کتاب الغدیر مؤلف علامہ امینی جلد ۳ صفحہ ۱۸۳۔ جس میں ترمذی اور احمد سے یہ

روایت نقل کی گئی ہے۔

نظر یہ نہیں رکھتے تھے تو ہم ان کی رائے کو بسرو چشم تسلیم کرتے ہیں اور اس شخص سے یقیناً نفرت کرتے ہیں چاہے وہ شخص صحابی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہم کو اہل بیت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے صحابہ کی اتباع کا نہیں۔

لیکن آپ نے خود ہی روایات نقل کر کے اپنے لئے مشکل ایجاد کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت ابو بکر اور عمر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ پر تحریر ہے:

من قول عمر مخاطباً علياً والعباس: فقال
ابوبكر قال رسول الله: مانورث ماتر كناصر
قة فرأيتماه كاذباً اثماً غادراً خائناً، والله يعلم
انه لصادق بارر راشد تابع للحق. ثم توفى
ابوبكر وانا ولى رسول الله وولى ابى
فرأيتمانى كاذباً آثماً غادراً خائناً والله يعلم
انى لصادق بارر راشد تابع للحق فوليتها، ثم
جنتنى انت وهداوانتما جميع وامر كما
واحد فقلتما ادفعها لينا... الخ

”عمر نے حضرت علی علیہ السلام اور عباس سے یوں خطاب کیا: ابو بکر سے مروی ہے کہ رسول اللہ کا فرمان ہے: ”ہم ترکہ میں میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے“ مگر تم دونوں ان (ابو بکر) کو کاذب، گنہگار خدا اور خائن سمجھتے ہو، خدا کی قسم اللہ بہتر جانتا ہے وہ سچے اور حق کے تابع تھے جب ابو بکر مر گئے تو ان کے بعد میں رسول اللہ اور ابو بکر کا ولی ہوں، لیکن تم دونوں کی

نظر میں، میں کاذب، گنہگار، غدار اور خائن ہوں، جبکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں بھی سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں، لہذا میں نے خلافت قبول کی ہے، مگر تم دونوں میرے پاس اس مقصد سے ہو کہ میں یہ خلافت تم کو سونپ دوں“

خود آپ ہی کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر کے بقول حضرت علیؑ اور عباس نے ابو بکر اور عمر کو چار ریک حرکتوں سے منسوب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ اور عباس کی نظر میں شوریٰ اور سقیفہ حضرت ابو بکر اور عمر کی رچی ہوئی سازش تھی تاکہ وہ ان کے ذریعہ حضرت علیؑ کی خلافت اور جناب فاطمہؑ کا فدک غصب کر سکیں۔

کیا شرعی نسب باپ سے ہوتا ہے؟

سوال ۲

جب آپ کے مذہب میں سید اس کو کہا جاتا ہے جو باپ کے ذریعہ بنی ہاشم کی طرف منسوب ہو تو حضرت علی علیہ السلام کی وہ اولاد جو فاطمہ علیہا السلام کے بطن سے نہیں ہے وہ آپ کے نزدیک کیوں سید نہیں ہے؟ معتبر کتابوں سے دلیل پیش کیجئے

سوال ۳

اگر ماں کی وجہ سے ہے تو پھر امام زین العابدین علیہ السلام سید نہ ہوئے کیونکہ ان کی والدہ (بنت کسریٰ) سیدہ اور قرشیہ نہیں تھیں؟

سوال ۴

حضرت علی علیہ السلام آپ کے نزدیک سید ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک سید ہیں تو ان کی ساری اولاد سید کیوں نہیں؟

جواب ۲ ، ۳ ، ۴

سید ہونے کا معیار صرف ہاشمی ہونا ہے اور ہاشمی صرف باپ کے ذریعہ ہوتا ہے چاہے ماں ہاشمی ہو یا نہ ہو۔ خداوند عالم سورہ احزاب آیت ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ

”ان بچوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے“

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے والدین دونوں ہاشمی تھے اور جو شخص بھی ان کی اولاد ہونے کے اعتبار سے ان کی طرف منسوب ہے وہ ہاشمی اور سید ہے اور کوئی بھی شیعہ حضرت علیؑ کی جو اولاد حضرت فاطمہؑ کے لطن سے نہیں ہیں اس کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سید نہیں ہیں ہاں جناب فاطمہؑ کی صالح اولاد کے خاص امتیاز ہیں۔

آل محمدؐ اور اہل بیتؑ کون لوگ ہیں؟

۱

سوال ۵

کیا آل محمدؐ سے مراد فقط ان کی اولاد ہے؟ یا بقیہ افراد بھی شامل ہیں؟

سوال ۶

اگر لفظ ”آل“ اولاد نبی سے مخصوص ہے تو آپ کے نزدیک حضرت علیؑ کی آل میں شامل ہیں حالانکہ وہ نبی اکرمؐ کے فرزند نہیں تھے بلکہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے؟

سوال ۷

اگر آل سے مراد حضرت نبی اکرمؐ کے اہل بیتؑ ہیں تو آپ حضرات کی کرم کی ازواج کو اہل بیتؑ میں کیوں نہیں شمار کرتے؟

جواب ۵، ۶، ۷

عربی لغت میں ”آل“ سب سے قریبی رشتہ دار کو کہا جاتا ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں ہوتیں، جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شہر میں فلاں بادشاہ کی آل کی حکومت ہے تو یہاں پر بادشاہ کی اولاد مراد ہوتی ہے اور اس میں بادشاہ کی عورتیں شامل نہیں ہوتیں۔

لہذا آل نبی میں آپ کی ازواج شامل نہیں ہو سکتیں، ہاں لفظ ”اہل بیت“ مردوں، عورتوں اور تمام اقارب پر صادق آتا ہے۔

پس آل کے لغوی معنی وسیع ہیں کیونکہ اس کا صلبی اور سب سے نزدیک اقرباء پر اطلاق ہوتا ہے اور اہل بیت کے لغوی معنی بھی وسیع ہیں کیونکہ یہ سب سے قریب رشتہ دار اور ازواج کو بھی شامل ہوتا ہے۔

لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ کے لغوی مفہوم کو بدل کر ان کو ایک اسلامی اصطلاح میں استعمال کیا ہے آپ نے اہل بیت اور آل کو ”علی، فاطمہ، حسن، حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے نو اماموں میں منحصر فرما دیا ہے جن کی آخری فرد امام مہدی (عج) ہیں لہذا اہل بیت نبی اور آل نبی پیغمبر اسلام کی دو خاص اصطلاحیں ہیں جن میں ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا جیسے لفظ ”الصلاة“ جس کے لغوی معنی بہت وسیع ہیں ہر دعا کو شامل ہے لیکن نبی اکرم نے اس لفظ کو اصطلاح میں ایک خاص عبادت کیلئے معین فرما دیا ہے۔

لہذا آیت:

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا زَكَاةَ هُوَ الَّذِي إِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ (۱)

”اور یہ بھی حکم ہوا کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھا رو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہ تو وہ (خدا) ہے جس کے حضور میں تم سب کے سب حاضر کئے جاؤ گے“ میں لفظ صلاۃ کی تفسیر دعا کے ذریعہ کرے اور یہ کہے کہ بعض اپنے ہاتھوں کو بلند کرتا ہے اور اللہ سے دعا مانگتا ہے یا اپنے دل سے دعا کرتا ہے وہ نماز قائم کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ ”اقیموا الصلاۃ“ سے اصطلاحی صلاۃ (نماز) مراد ہے لغوی صلاۃ مراد نہیں ہے۔

اسی طرح اگر یہاں بھی کوئی شخص یہ کہے کہ آل نبی اور اہل بیت نبی سے لغوی معنی مراد ہیں اور اس میں اولاد اور ازواج بھی شامل ہوں گے تو ہم ان سے یہ کہیں گے کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے کلام کو اپنے مفاد میں استعمال نہ کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے آل اور اہل بیت کو مخصوص معنی میں استعمال کیا، ان کے حدود معین کئے اور ان کے مصادیق اور افراد کے نام بیان فرمادئے ہیں لہذا قرآن اور احادیث شریفہ میں موجود ان الفاظ کے اصطلاحی معنی مراد ہوں گے لغوی معنی نہیں ہاں اگر کوئی واضح قرینہ موجود ہو جو لغوی معنی پر دلالت کرتا ہو۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس لفظ کے اصطلاحی معنی مراد لئے ہیں اسکی دلیل حدیث کساء ہے جس میں صاف صاف یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم نے ام سلمہ کو چادر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی بلکہ احمد نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ام سلمہ کے ہاتھ سے چادر کھینچ لیا! چنانچہ احمد اپنی مسند جلد ۶ صفحہ ۳۳۳ پر نقل کرتے ہیں: ام سلمہ سے مروی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جناب فاطمہ سے فرمایا: اپنے شوہر اور بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ جناب فاطمہ ان کو لے کر گئیں پیغمبر نے سب کے اوپر فندکی چادر ڈال دی پھر سب کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اللهم ان هؤلاء آل محمد فاجعل
صلواتک و برکاتک علی محمد و آل
محمد انک حمید مجید

”پروردگار یہ آل محمد ہیں، پس محمد اور آل محمد ﷺ پر اپنی برکتیں اور درود بھیج پیشک تو حمید اور مجید ہے“ ام سلمہ کہتی ہیں میں نے ان کے ساتھ شریک ہونے کیلئے چادر اٹھائی مگر فوراً پیغمبر نے میرے ہاتھ سے چادر چھین کر کہا: تم خیر پر ہو (۱)

۱. اس روایت کو ابویعلیٰ نے اپنی مسند جلد ۲، صفحہ ۳۳۳ پر، اور صفحہ ۳۵۶ بطبرانی نے معجم کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ اور جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۶ پر اور دوسرے علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

نتیجہ

اس مطلب کے پیش نظر کہ آنحضرتؐ نے حدیث کساء میں اہل بیت کے افراد کو معین و مشخص فرمادیا ہے اور اس میں ازواج کو شامل نہیں کیا ہے لہذا کسی شخص کا ازواج نبی کو ان کے اہل بیت میں شامل کرنا رسول اسلام کی مخالفت کرنا ہے اور رسول کی مخالفت حقیقت میں اللہ کی مخالفت ہے! اور ایسا کرنا اہل بیت پر ظلم کرنا ہے کیونکہ خداوند عالم کی طرف سے اہل بیت کو عطا کئے گئے حق میں ان کے علاوہ کسی اور کو شامل کرنا ظلم ہے۔

جناب فاطمہ علیہا السلام کا ابو بکر سے فدک کا مطالبہ

سوال ۸

ہم نے سنا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام فدک کا مطالبہ کرنے کیلئے ابو بکر کے پاس گئی تھیں اور ابو بکر آپ کے عقیدہ کے مطابق غاصب اور ظالم ہیں تو کیا شریعت میں انصاف کیلئے ظالم کے پاس جانا جائز ہے!

سوال ۹

کیا جناب فاطمہ علیہا السلام ابو بکر سے اپنا حق لینے کے لئے ان کے پاس اپنے شوہر حیدر کرار کی اجازت سے گئی تھیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ اجازت سے گئی تھیں تو کسی معتبر کتاب سے صفحہ، سطر طباعت کے ساتھ دلیل پیش کیجئے؟

سوال ۱۰

اگر آپ کہتے ہیں کہ بغیر اجازت کے گئی تھیں تو کیا یہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی شان کے خلاف نہیں ہے؟

جواب ۸، ۹، ۱۰

۱. سب لوگ جناب سیدہ، صدیقہ کبریٰ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ سے آشنا ہیں کہ آپ، آپ کے شوہر، اور آپ کے فرزند کھانے میں مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو اپنے نفوس پر مقدم رکھتے تھے جیسا کہ قرآن کی یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا

”اور اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں“

اسی طرح کبھی یہ بھی جانتے ہیں کہ صادق اور امین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اس بیماری کے دوران جس میں آپ نے رحلت فرمائی اپنی بیٹی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بطور راز یہ فرمایا تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے قریب مجھ سے ملحق ہوں گی اور ہوا بھی ایسا ہی اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے جو

جناب فاطمہ زہرا کا ابو بکر سے فدک کا مطالبہ ۳۱

پیغمبر ﷺ سے جا ملادہ جناب فاطمہ علیہا السلام تھیں (۱)

یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ باغ فدک کے مطالبہ سے جناب فاطمہ کا مقصد فدک حاصل کرنا نہیں تھا! ان کا مقصد فقط مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ وہ شخص جو نبی کی جگہ پر ہے وہ اسلام کے احکام کی سراسر مخالفت کر رہا ہے اور وہ اس باغ کا غاصب ہے جسکو نبی نے اپنی لخت جگر اکلوتی بیٹی کو دیا تھا۔

پس جب ابو بکر نبی کی لخت جگر پر اپنی خلافت کے پہلے دنوں میں ہی ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں تو باقی مسلمانوں پر ان کے ذریعہ یا ان کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین بننے والوں کے ذریعہ کتنا ظلم ہوگا؟

۲. جناب سیدہ علیہا السلام ابو بکر کے پاس ان کو قاضی اور عادل سمجھ کر قضاوت کی غرض سے نہیں گئی تھیں بلکہ انھوں نے تو ان کی بیعت ہی نہیں کی تھی آپ ان کو خلیفہ ہی نہیں مانتی تھیں پس کیسے ان کو قاضی اور عادل مان لیتیں؟

۳. جناب ابو بکر کے گھر نہیں گئی تھیں مسجد میں تشریف لے گئی تھیں جہاں پر ابو بکر اور ان کے صحابہ بیٹھے تھے اور آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ دیا ان کے خلاف امیر المؤمنینؑ کی خلافت کے غصب کرنے پر دلائل پیش کئے اور باغ فدک کے غصب کرنے میں ان کے ظلم و ستم کو واضح کیا۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ انسان کے لئے اپنا حق لینے کی غرض سے ظالم کے پاس جانا، لوگوں کے سامنے اپنے حق کو ثابت کرنا اور اسکے

۱. صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ اور جلد ۸ صفحہ ۷۹

۳۲ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

خلاف احتجاج کرنا جائز ہے اگرچہ وہ ظالم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۴. آیہ تطہیر اور آیہ مہلبہ جناب فاطمہ علیہا السلام کے معصومہ ہونے پر واضح دلیل ہے صرف آیت تطہیر ہی اس حقیقت کی بیان گر ہے کہ جناب سیدہ کبھی بھی اپنے پروردگار کی معصیت نہیں کر سکتیں اور بغیر اپنے شوہر امیر المومنین کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔

اسکے علاوہ یہ حدیث:

ان الرب یرضی لرضا فاطمة ویغضب

لغضبها

”پروردگار عالم فاطمہ علیہا السلام کی رضا سے راضی ہوتا ہے اور فاطمہ علیہا السلام کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتا ہے“ بھی آپ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے جس کو حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ کیجئے جلد ۳ صفحہ ۱۵۴۔

لہذا جناب سیدہ علیہا السلام کا گھر سے اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ نکلنے پر دلیل خود ان کی عصمت ہے اور جس شخص کا یہ گمان ہے کہ آپ بغیر اجازت کے گئی تھیں اسکو اس بات پر دلیل پیش کرنی چاہئے۔

جب حضرت علیؑ کی خلافت، الہی ارادہ تھا تو آپ
بلا فصل خلیفہ کیوں نہیں بنے؟

سوال ۱۱

جب آپ کے نزدیک حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق خداوندی عہد اور نبوی
اعلان تھا تو فرمائیے علیؑ نبی کے بلا فصل خلیفہ کیوں نہیں بن سکے؟ کیا خدا (نعوذ
باللہ) اپنے ارادہ میں ناکام رہا؟

سوال ۱۲

جس خلافت پر صدیق اکبر متمکن (غالب) ہوئے فرمائیے وہ خلافت اور حضرت
علیؑ کی خلافت جس کے متعلق خداوند عالم نے وعدہ کیا تھا ایک تھی یا وہ دوسری تھی اگر
ایک تھی تو خداوندی پیشین گوئی کیوں غلط نکلی اور اگر مختلف تھیں تو صدیق اکبر
غاصب اور ظالم کیسے ٹھہرے؟

۳۴ رسالہ جمیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

سوال ۱۳

کیا امامت اور خلافت آپ کے نزدیک منصوص من اللہ ہے؟

سوال ۱۴

امامت اور خلافت میں جب ائمہ اور خلفاء کے مذہب کا غالب ہونا شرط ہے تو فرمائیے آپ کے بارہ اماموں کو ظاہری طور پر غلبہ کیوں نہ حاصل ہوا؟ کیا وہ خلفاء اور ائمہ برحق نہیں تھے؟

جواب ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴

۱. سوال کرنے والے نے اللہ کے ارادہ تکویہ اور ارادہ تشریحیہ کو بیان نہیں کیا، ارادہ تکویہ کے بارے میں خداوند عالم سورہ بقرہ آیت ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ
أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

(وہی) آسمان و زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو اس کی نسبت صرف کہہ دیتا ہے ہو جا پس وہ (خود بخود) ہو جاتا ہے۔

اگر خداوند عالم کا ارادہ تکوینی ہو تو اس کا نہ ہونا محال ہے لیکن تشریحی ارادہ ہو تو ایسا نہیں ہے جیسے خدا نے ارادہ کیا کہ ابلیس سجدہ کرے، ہر انسان مومن

جب حضرت علیؑ کی خلافت، الہی ارادہ تھا تو آپ بلا فصل خلیفہ... ۳۵

ہو جائے لیکن اسکے ساتھ ساتھ ان کو قدرت و اختیار بھی دیا۔ پس ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور الہی ارادہ ان کی نسبت محقق نہ ہو سکا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا (معاذ اللہ) اپنے ارادہ کو پورا کرنے سے عاجز ہو گیا تھا اس لئے کہ یہاں یہ تشریحی ارادہ ہے تکوینی ارادہ نہیں ہے۔

انبیاءؑ کے بعد ان کی امتوں کا بھی یہی حال رہا ہے کہ خدا ان کو حکم کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ انبیاءؑ کے اوصیاء کی اطاعت کریں لیکن وہ لوگ اللہ کی معصیت کرتے تھے اوصیاء کو ان کے مقام سے معزول کرتے تھے اور دوسروں کو لا کر ان کی جگہ پر بیٹھاتے تھے جس کے نتیجے میں اختلاف اور قتل و غارت ہوتا تھا لیکن یہ خدا کے عاجز ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی کیوں کہ یہ ارادہ تشریحی ہے تکوینی نہیں ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَآيَدْنَاَهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ
شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ
مَاجَائِهِمْ الْبَيِّنَاتِ وَلَكِنْ اِخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ
مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (۱)

”یہ سب رسول وہ ہیں جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں

سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی ہوئی نشانیاں دی ہیں اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے۔ اگر خدا چاہتا تو ان رسولوں کے بعد والے ان واضح معجزات کے آجانے کے بعد آپس میں جھگڑا نہ کرتے لیکن ان لوگوں نے (خدا کے جبر نہ کرنے کی بنا پر) اختلاف کیا۔ بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے اور اگر خدا طے کر لیتا تو یہ جھگڑا نہ کر سکتے لیکن خدا جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ ایسے موقع پر خداوند متعال یہ چاہتا ہے کہ انسان اچھائی اور برائی کو اپنے ارادہ و اختیار سے منتخب کرے۔

۲. غلبہ اور حاکمیت کبھی بھی امامت کی شرط نہیں رہی ہیں بہت سے انبیاء کے اوصیاء یہ کہ غالب نہیں رہے بلکہ ہمیشہ ظالم و جابر طاقتوں کے سامنے مغلوب رہے اور ان کا کشت و کشتار ہوتا رہا جیسا کہ مذکورہ آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

بلکہ نبی اکرمؐ قرماچکے تھے کہ ائمہؑ گو میرے بعد امت جھٹلائے گی حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو قتل کرے گی اور وہ مغلوب ہو جائیں گے لیکن امت کی یہ تکذیب ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے گی۔

معجم الطبرانی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴ ح ۹۴۷ میں جابر بن

سمرہ نے نبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

يكون لهذه الامة اثنا عشر قيماً لا يضرهم من خذلهم، ثم همس رسول الله بكلمة لم

جب حضرت علیؑ کی خلافت، الہی ارادہ تھا تو آپ بلا فصل خلیفہ... ۳۷

اسمعها، فقلت لابی ما الکلمة التي همس

بها النبي؟ قال ابي: كلهم من قريش

”اس امت کے بارہ امام اور رہبر ہوں گے کسی کے ان کو رسوا کرنے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا“

پھر رسول اللہ نے دھیمی آواز میں کوئی کلمہ کہا جو مجھے سنائی نہیں دیا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ نبی نے دھیمی آواز میں کون سا کلمہ کہا تو میرے والد نے کہا: ”وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے“

معجم الطبرانی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ حدیث ۲۰۷۳ پر جابر بن سمرہ سے ہی یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

ان کا کہنا ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر سے یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

اثنا عشر قیما من قریش، لایضرهم عداوة من

عادا ہم

”بارہ امام قریش سے ہوں گے ان کے دشمنوں کی عداوت انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی“

راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اپنی پشت کی طرف نگاہ کی تو یہ دیکھا کہ عمر بن خطاب اور میرے والد نے بھی اس حدیث کو تحریر کیا ہے۔

آپ کی کتابوں میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جہاں پیغمبر اسلام ﷺ نے ائمہ کے آنے کی بشارت دی ہے وہیں ان

پر ظلم و تشدد اور ان کی تکذیب کی بھی خبر دی ہے اور اس چیز سے بھی روشناس کرایا کہ ایسا کرنے سے ان کی امامت اور ہدایت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا یہ صفات ائمہ اور خاندان اہل بیتؑ سے مخصوص ہیں۔

۳. غلبہ اور حاکمیت کی تو نبوت میں بھی شرط نہیں ہے تو پھر امامت میں کیسے شرط ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اکثر انبیاءؑ مغلوب رہے جھٹلائے جاتے رہے اور قتل کر دئے گئے بہت کم ایسے انبیاءؑ ہیں جنہوں نے حکومتیں کی ہیں اور وہ غالب رہے ہیں۔ تو ہمارے نبی کے اوصیا بھی ظاہری طور پر دوسرے انبیاءؑ کے اوصیا کی طرح مغلوب رہے۔

کیا شیعہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے؟

سوال ۱۵

بیان کیجئے کہ کیا مذہب تشیع پیغمبر اسلام ﷺ اور حضرت علیؑ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا؟

جواب ۱۵

ہاں کیوں نہیں، پیغمبر اسلام ﷺ کے دور حیات میں بعض صحابہ حضرت علیؑ سے بہت محبت کرتے تھے اور پروانے کی طرح ان کا طواف کیا کرتے تھے کہ جن کو ”علیؑ کے شیعوں“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور قرآن کی چند آیتیں بھی ان کی مدح میں نازل ہوئی ہیں اور وہ ذات اقدس جو بغیر وحی الہی کے کوئی کلام نہیں کرتی اس نے ان کی مدح سرائی فرمائی ہے۔

سیوطی درمنثور (جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) میں اس آیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ

هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۱)

”اور بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں“ کی تفسیر میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ:

”ابن عسا کرنے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جابر کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ (علیؑ) اور ان کے شیوعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں اسی وقت یہ آیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ
هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

نازل ہوئی۔

اس کے بعد جب علیؑ آتے تھے تو اصحاب کہا کرتے تھے کہ ”خیر البریہ“ آگئے۔

ابن عدی اور ابن عسا کرنے ابوسعید سے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ ”خیر البریہ“ ہیں۔

ابن عدی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت:
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُم

کیا شیعہ پیغمبر کے زمانہ میں موجود تھے؟ ۴۱

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

اس وقت نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا
”خیر البریہ یہ اور اس کے شیعہ ہیں قیامت کے دن خدا اس سے راضی ہوگا
اور یہ خدا سے راضی ہوگا۔“

ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا
کہ رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے:

کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا... خَيْرُ الْبَرِيَّةِ“
”یہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں میں اور تم حوض کوثر پر ہوں گے جب تمام
امتیں حساب دینے کے لئے آئیں گی اور تم کو ”غز الجملین“ کہہ کر پکاریں گی“
ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں۔ مگر ہمیں تعجب تو یہ ہے کہ حضرت
علیؑ اور آپ کے شیعوں کی شان میں آج تک یہ احادیث موجود ہیں
حالانکہ جو بھی ایک لمحہ کیلئے بھی برسر اقتدار آیا اس نے اس نور کو مٹانے کی پوری
کوششیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ اموی حکومت نے تمام شہروں میں نماز جمعہ
کے دوران تقریباً ستر سال تک سب و شتم کو واجب قرار دیا تھا اس کے باوجود
اہل سنت کے مصادر میں اس طرح کی عظیم حدیثیں حضرت علیؑ اور ان کے
شیعوں کی شان میں باقی ہیں! کیا یہ بذات خود کرامت و معجزہ نہیں ہے؟

کیا حضرت علی علیہ السلام نے مذہب اہل سنت کا انکار کیا ہے؟

سوال ۱۶

وہ حدیث پیش کریں جس میں حیدر کرانے لفظ اہل سنت کی تردید کی ہو؟

جواب ۱۶

حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان کے زمانہ میں ان کی اتباع کرنے والوں کو
”اہل سنت والجماعت“ نہیں کہا جاتا تھا۔ ان کو اہل سنت کیسے کہا جاتا جبکہ
انہوں نے سنت کا انکار کیا اور نبی اکرمؐ کے سامنے آپ سے کہا: ”حسبنا
کتاب اللہ“ تاکہ ان کے لئے کوئی ایسا رقعہ نہ تحریر کر دیں جس کے بعد وہ گمراہ
نہ ہوں؟۔

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ ہجرت کے چالیسویں سال جب خلافت
معاویہ کے ہاتھ لگی تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو ”اہل الجماعت“ کا نام

۴۴ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

دیا جس میں اہل السنّت نہیں تھا۔

اہل سنت کا نام سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں رائج ہوا اور یہ معز لہ کے مقابلے میں اہل حدیث کا نام تھا۔

اشعری کا مقالات اسلامین جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ میں کہنا ہے: ”اہل سنت یعنی اصحاب حدیث نے کہا ہے کہ خود خداوند عالم دنیا کے آسمان پر نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول خدا کی حدیث میں آیا ہے“

لیکن ابو بکر و عمر و عثمان کی پیروی کرنے والوں نے اپنے کو اہل جماعت کہا تو اس کی صحابہ نے تائید نہیں کی ہے۔

تاریخ دمشق جلد ۳۴ صفحہ ۷۹۸ پر ابن مسعود کا کہنا ہے: جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو بیشک اکثر لوگ جماعت سے دور ہیں اس لئے کہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو جماعت کہا جاتا ہے

حضرت علی ؓ سے اہل سنت، بدعت، جماعت اور فرقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ویسی ہی تفسیر فرمائی جیسے رسول خدا ﷺ نے فرمائی تھی چنانچہ منتخب کنز العمال کے حاشیہ پر مطبوع مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ پر عسکری نے سلیم بن قیس عامری سے روایت نقل کی ہے کہ:

ابن الکواء نے حضرت علی ؓ سے سنت، بدعت، جماعت اور فرقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اے ابن الکواء جب تم نے یہ سوال کر لیا ہے تو اس کے جواب پر بھی غور کرو: خدا کی قسم سنت سنت محمد ہے اور سنت سے دور رہنا بدعت ہے جماعت حق کے

کیا حضرت علیؑ نے مذہب اہل سنت کا انکار کیا ہے؟ ۴۵
 ساتھ رہنا ہے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں اور تفرقہ اہل باطل کا ساتھ دینا ہے
 اگرچہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

ابن میثم المحرانی نے شرح نہج البلاغہ (جلد ۱ صفحہ ۲۸۹ پر روایت نقل کی ہے
 کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے سوال کیا:
 اے امیر المومنینؑ مجھے اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل سنت اور اہل
 بدعت کے بارے میں بتائیے تو آپ نے فرمایا:

جب تو نے مجھ سے سوال کیا ہے تو صحیح طریقہ سے سنو اور کسی سے اس
 بارے میں سوال نہ کرنا۔

اہل جماعت ہم اور وہ لوگ ہیں جو ہماری اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ کم ہی
 ہوں اور خدا اور رسول خدا ﷺ کی نظر میں یہی برحق ہیں۔

اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو ہماری اور ہمارے ماننے والوں کی مخالفت کرتے
 ہیں اگرچہ زیادہ ہی ہوں، اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول
 کی سنت کے ساتھ متمسک ہوں اہل سنت وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنی رائے اور
 اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں اگرچہ وہ کثیر تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔

مختصر یہ کہ اہل جماعت معاویہ کے زمانے میں سینوں کا نام پڑا، اور اس
 میں سنت کا تذکرہ نہیں تھا، پھر محدثین نے دوسری صدی ہجری میں سنت کو بھی
 نام کے طور پر جماعت کے ساتھ شامل کر لیا۔

لیکن امیر المومنین حضرت علیؑ نے اہل سنت کی تفسیر اپنے اور اپنے

۴۶ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

شیعوں کے ذریعہ کی ہے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنہوں نے سنت کو ترک کر دیا اور نبی سے کہا ہمیں آپ کی سنت اور آپ کے نامہ کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

کیا جناب فاطمہ علیہا السلام نے حضرت علی علیہ السلام سے
 عقد کرنے پر اعتراض کیا تھا؟

سوال ۱۷

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ علیہا السلام سے ان کا حضرت علی علیہ السلام کا عقد
 کرنے کے متعلق سوال کیا تو کیا جناب فاطمہ علیہا السلام نے حضرت علی علیہ السلام کی شکل و
 صورت پر اعتراضات کئے تھے؟

سوال ۱۸

اگر فاطمہ علیہا السلام نے اعتراضات کئے تو انکی عفت و عصمت کہاں گئی؟ اور اگر
 اعتراضات نہیں کئے تو کیوں؟ آپ کی ایک کتاب (مقبول احمد از علمائے
 ہندوستان کی کتاب ضمیمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۵۲۹) میں تحریر ہے کہ جب

آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو بطور راز اپنے ارادہ سے اطلاع دی تو معصومہ نے گردن جھکا دی اور پیغمبرؐ سے عرض کیا بابا آپ کی رائے مقدم ہے آپ کو اختیار ہے مگر میں نے زنان قریش کی زبانی سنا ہے کہ علیؑ کا پیٹ بڑا ہے ان کے ہاتھ لمبے ہیں، پنڈلیاں موٹی ہیں، سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں کشادہ پیشانی ہے، آنکھیں بڑی بڑی ہیں اور کندھا اتنا سخت ہے جیسا اونٹ کا کندھا۔

جواب ۱۷، ۱۸

اس طرح کی روایات کو حضرت علیؑ اور جناب کی طرف منسوب کرنا ان پر تہمت اور افتراء باندھنا ہے علیؑ تمام لوگوں میں سب سے خوبصورت شخص تھے سرخ ہونٹ، خوبصورت اور نورانی چہرہ اور بڑی آنکھوں والے تھے اور موثق مورخین نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ تمام بنی ہاشم روشن چہرے والے تھے جو خود بخود قریش کے قبیلوں سے الگ پہچانے جاتے تھے اور پھر یہ کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی زندگی دنیا میں ایک مثالی زندگی ہے لیکن بنی امیہ کے راویوں نے اس طرح کی روایات کو باقاعدہ جعل کیا ہے جیسا کہ انھوں نے علیؑ پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ آپ نے فاطمہؑ کو ابو جہل کی بیٹی کہہ کر آواز دی تھی یہ سب باتیں اہلبیت سے کوسوں دور ہیں۔ اس مطلب کے غلط ہونے کے لئے تو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والوں نے کوئی سند نہیں پیش کی جبکہ عمقات الانوار اور الغدیر جیسی کتابوں میں اس بات کی بڑے محکم دلائل کے ذریعہ تردید کی گئی ہے۔

کیا نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ تمام
انبیاءؑ سے افضل ہیں؟

سوال ۱۹

کیا آپ کے نزدیک حضرت علیؑ کا مرتبہ پیغمبر ﷺ کے علاوہ تمام ائمیا
سے افضل ہے؟

جواب ۱۹

جی ہاں امیر المؤمنین علیؑ نبی اکرم ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں
وہ آپ کے وزیر، وصی اور دنیا و آخرت میں آپ کے بھائی ہیں ہماری اور
آپ کی کتابوں میں متعدد احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ علیؑ
اور دیگر ائمہ اطہارؑ آپ کے ہم درجہ ہوں گے اور چونکہ پیغمبر ﷺ کا مرتبہ

۵۰ رسالہ جمیث صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

تمام انبیاءؑ سے افضل ہے لہذا ان کے اہل بیتؑ بھی ان کے ساتھ اسی رتبہ میں رہیں گے جنت الفردوس کا سب سے اعلیٰ درجہ حضرات محمد و آل محمدؑ کے لئے مخصوص ہے اس کے بعد جناب ابراہیم اور آل ابراہیم کا درجہ ہے اور پھر تمام انبیاءؑ کا مرتبہ ہے اس سلسلہ میں بھی آپ ہی کی کتابوں میں روایات موجود ہیں۔

بلکہ آپ کی احادیث کی کتابوں میں ہے کہ اہل بیت اور پیغمبر اکرم ﷺ سے محبت کرنا والے ان کے درجہ میں ہوں گے تو پھر اہل بیت پیغمبر ﷺ کے ہم رتبہ کیوں نہیں ہو سکتے؟

چنانچہ ترمذی نے اپنی سنن جلد ۴ صفحہ ۳۳۱ پر یہ روایت کی ہے کہ:

”نبی اکرم ﷺ نے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ میرے ساتھ روز قیامت میرے درجہ میں داخل ہوگا یہ حدیث حسن علیہ السلام ہے“ آپ ہی کی کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور لواء الحمد میدان محشر کے پرچم کا نام ہے اور حضرت علی علیہ السلام ہی حوض کوثر کے ساتھی اور منافقین کو وہاں سے دور کرنے والے ہیں الخ۔۔۔

اسی سلسلہ میں امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مناقب صحابہ صفحہ ۶۶۱ پر ابوسعید خدری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ: ”علی علیہ السلام کو پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو میرے نزدیک دنیا و

کیا نبی اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ تمام انبیاء سے افضل ہیں؟ ۵۱

ما فیہا سے زیادہ محبوب ہیں:

۱. علیؑ قیامت کے دن لوگوں کا حساب و کتاب تمام ہونے تک میرا

مددگار ہے۔

۲. قیامت کے دن لواءِ حمد اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور آدمؑ اور ان کی اولاد

اسی کے نیچے ہوگی۔

۳. وہ حوضِ کوثر پر کھڑا ہوگا اور جو میری امت میں سے ہوگا اسکو سیراب

کرے گا۔

۴. وہ میری تجہیز و تکفین کرے گا۔

۵. اس کا ایمان اس مرتبہ پر ہوگا کہ نہ وہ کفر کا دم بھر سکتا ہے اور نہ ہی غیر

مناسب کام انجام دے سکتا ہے (۱)

جب حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ اور حسینؑ کے تمام دوستوں کا یہ

مرتبہ ہے کہ روز قیامت پیغمبر کے ہم رتبہ ہوں گے تو پھر حضرت علیؑ نبی

اکرمؑ کے بعد سب سے افضل کیوں نہیں ہوں گے؟

۱. اس روایت کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، صفحہ ۲۱۱ پر، محبت طبری نے ریاض النضر، جلد

۲، صفحہ ۲۰۳ پر، اور ملا علی ہندی نے کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۴۰۳ پر نقل کیا ہے۔

کیا حضرت علیؑ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ
معراج میں موجود تھے؟

سوال ۲۰

حضرت علیؑ کے متعلق سنا ہے کہ شیعہ قائل ہیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ معراج پر گئے تھے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور اس کا ثبوت قرآن کی کس آیت میں ہے؟

جواب ۲۰

شیعوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ حضرت علیؑ بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ معراج پر گئے تھے البتہ حدیث شریف میں اتنا وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی سب سے پسندیدہ آواز میں خطاب کیا تھا اور وہ حضرت علیؑ کی آواز تھی۔

جناب جعفر مرتضیٰ عالمی نے اپنی کتاب ”اصح صحیح من السیرہ جلد ۳ صفحہ ۱۴“ پر
تحریر فرمایا ہے کہ:

یہ بات طے ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کو معراج بعثت کے تیسرے سال
ہوئی تھی یعنی اس وقت معراج ہوئی جب چالیس آدمی بھی اسلام نہیں لائے
تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو معراج حضرت ابو بکر کے اسلام
لانے سے بہت پہلے ہوئی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ابو بکر پچاس
آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے

کیونکہ انھوں نے ۵ھ ہ بعثت میں اسلام قبول کیا تھا بلکہ بعثت کے
ساتویں سال اس وقت اسلام قبول کیا جب پیغمبر اکرم ﷺ اور قریش کے
درمیان ٹکراؤ ہوا تھا یا مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد اور اس ٹکراؤ یا
ہجرت کے بعد بظاہر سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

جب معراج ان کی ہجرت سے بہت سال پہلے واقع ہوئی ہے تو پھر بعض
لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ابو بکر کو صدیق اس لئے کہا گیا ہے کہ جب
رسول خدا نے واقعہ معراج بیان کیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی
معراج کی تصدیق کی تھی!

اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ ملک (فرشتہ) نے رسول اللہ ﷺ
سے معراج میں ابو بکر کی آواز میں گفتگو کی تھی۔

تمام اہل حدیث اور حفاظ نے اس قسم کی روایات کی صاف طور پر تکذیب
کی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس فرشتہ نے حضرت علیؑ کی آواز میں گفتگو کی

کیا حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ معراج میں موجود تھے؟ ۵۵

تھی (۱)

ابو فتح کراچکی کی کتاب کنز الفوائد صفحہ ۲۵۹ پر یوں بیان کرتے ہیں کہ: ”حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ جب معراج پر گئے تو آپ نے امیر المومنین کی صورت میں ایک ملک کو دیکھا“ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ”تمام محدثین اس روایت کے صحیح ہونے پر متفق ہیں“ اس کے بعد حدیث کی سند کو تفصیلی طور پر بیان کرتے ہوئے (۲)

ابن عباس سے یوں نقل کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے

۱. رجوع فرمائیں المواہب اللدنیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۹-۳۰، درمنثور، جلد ۴، صفحہ ۱۵۴-۱۵۵، الغدیر، جلد ۵، صفحہ ۳۰۳، ۳۲۴ اور ۳۲۵۔ صاحب غدیر نے ان تمام روایات کو وہاں نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تکذیب کو بھی میزان الاعتدال، جلد ۱، صفحہ ۳۰۷ اور لسان المیزان، جلد ۵، صفحہ ۲۳۵ اور تہذیب التہذیب، جلد ۵، صفحہ ۱۳۸ اور سیوطی کی موضوعات اور ابن حبان اور ابن عدی سے نقل کیا ہے اور مناقب خوارزمی، صفحہ ۳۷، اور بیابج المودۃ، صفحہ ۸۳ سے نقل کیا ہے۔

۲. حدیث کا سلسلہ سند کچھ یوں ہے: ابو الفتح کا کہنا ہے کہ: مجھ سے اہل سنت کے عالم دین شیخ فقیہ ابو الحسن محمد بن احمد بن الحسن بن شاذان قمی نے بیان کیا اور میں نے اس کو ان کی معروف کتاب ایضاح دقائق النواصب سے نقل کیا ہے اور اس کی مکہ میں مسجد الحرام کے اندر ۴۱۲ھ میں قرأت کی تو انھوں نے اس حدیث کا سلسلہ سند اس طرح بیان کیا کہ ہم سے ابو القاسم جعفر بن مسرور لجام نے بیان کیا انھوں نے حسین بن محمد سے انھوں نے احمد بن علویہ معروف بہ ابن اسود کا تب اصفہانی سے انھوں نے ابراہیم بن محمد سے انھوں نے عبد اللہ بن صالح سے انھوں نے جریر بن عبد الحمید سے انھوں نے مجاہد سے انھوں نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے۔

سنا ہے کہ: جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو میں جب بھی ملائکہ کے کسی گروہ کے پاس سے گذرا تو انھوں نے مجھ سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ علی علیہ السلام کا نام شاید آسمان پر میرے نام سے زیادہ مشہور ہے اور جب میں فلک چہارم پر پہنچا اور میری نظر ملک الموت پر پڑی تو انھوں نے کہا اے محمد خداوند عالم نے ایسی کوئی مخلوق خلق نہیں کی ہے جس کی میں روح قبض نہ کروں مگر آپ اور علی علیہ السلام کے علاوہ کیونکہ خداوند جل جلال خود اپنی قدرت سے آپ دونوں کی روح قبض کرے گا جب میں عرش کے نیچے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں اور علی علیہ السلام عرش الہی کے نیچے ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے کہا اے علی علیہ السلام تم مجھ سے پہلے پہنچ گئے تو مجھ سے جبرئیل نے کہا:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ سے کون گفتگو کر رہا ہے تو میں نے کہا یہ میرا بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے تو انھوں نے کہا اے محمد یہ علی علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ یہ رحمان کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کو خداوند عالم نے علی علیہ السلام کی صورت میں خلق کیا ہے ہم مقرب بارگاہ فرشتے جب کبھی بھی علی بن ابی طالب کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس فرشتے کی زیارت کرتے ہیں کیونکہ علی علیہ السلام کا مرتبہ پروردگار کے نزدیک بہت ہی اعلیٰ ہے“

سیدیں سکینہ
جزیرہ اہل بیت
61-8

حضرت علیؑ کا غاصبین خلافت سے خلافت کیوں نہ لے سکے؟

سوال ۲۱

آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ مشکل کشا ہیں تو پھر فرمائیے وہ اپنی
مشکل کشائی کیوں نہ کر سکے جبکہ ان سے خلافت و مصلیٰ اچھین لیا گیا؟
اس سوال کی وضاحت یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ امام برحق ہیں اور نبی
اکرم ﷺ کے وصی ہیں تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ ابو بکر اور عمر آپ پر غلبہ
حاصل کر کے آپ کی خلافت غصب کر لیتے اور آپ کو حکومت سے معزول
کر دیتے، یعنی آپ اس شخص کو حلال مشکلات کیسے کہتے ہیں جو خود اپنی مشکل کو
حل نہ کر سکتا ہو؟

جواب ۲۱

سوال کرنے والے کو یہ خیال نہیں رہا کہ پروردگار عالم نے لوگوں کو با اختیار پیدا کیا ہے اور انھیں ایمان پر مجبور نہیں کیا ہے اور اپنے انبیا اور ان کے اوصیا کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عام فطری اسباب کے مطابق عمل کریں لہذا کبھی وہ غالب ہو جاتے تھے اور کبھی مغلوب جبکہ پروردگار عالم کے پاس اتنی قدرت تھی کہ وہ معجزے کے ذریعہ اپنے رسولوں کی مدد اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دے اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے: ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُضَيِّطٍ﴾ (سورہ عاشیہ آیت: ۲۲) یعنی آپ ان کے اوپر داروغہ نہیں ہیں۔

یا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

(۱)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم یا ہمارے بزرگ اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ اسکے حکم کے بغیر کسی شے کو حرام قرار دیتے۔

حضرت علیؑ غاصبین خلافت سے خلافت کیوں نہ لے سکے؟ ۵۹

اسی طرح ان کے پہلے والوں نے بھی کیا تھا تو کیا رسولوں کی ذمہ داری واضح اعلان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔

لہذا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ یہ اعتراض تمام ان انبیاءؑ اور اوصیا کے بارے میں بھی ہوگا جن پر کفار اور منافقین نے غلبہ حاصل کر لیا تھا اور ان کو پروردگار نے معجزے کے ذریعہ اپنی مشکل حل کرنے کی اجازت نہیں دی تھی کتنے انبیاءؑ کو بنی اسرائیل نے قتل کیا کتنے اوصیا پر ظلم کیا انھیں میں سے جناب موسیٰ اور سلیمانؑ کے وحی بھی ہیں، جبکہ جناب سلیمانؑ کے وحی آصف بن برخیا کے پاس تو اسم اعظم تھا اور ان کے پاس تو کتاب کا بھی کچھ علم تھا اور اس کو قرآن نے بیان بھی کیا ہے اور وہ تخت بلقیس کو چشم زدن میں یمن سے لے آئے تھے لیکن اس کے باوجود بھی ان سے جناب سلیمانؑ کی خلافت کو غصب کر لیا گیا اور انھوں نے غاصبین کے خلاف اپنے معجزے کا استعمال نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت علیؑ جن کے پاس اسم اعظم اور علم کتاب تھا وہ شیروں کے شیر تھے اور اگر ان کیلئے بد دعا کرتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور جب لوگوں نے ان کے گھر پر حملہ کیا تھا اگر آپؑ اپنی تلوار نیام سے نکال لیتے تو زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیتے لیکن آپؑ کو صبر کرنے اور عام فطری اسباب کے مطابق چلنے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ انبیاءؑ ماسبق اور ان کے اوصیا کو حکم دیا گیا تھا۔

لیکن ہم نبی اکرمؐ اور آپؑ کی عترت طاہرینؑ یعنی حضرت علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ اور امام حسینؑ کی نسل سے نومعصومینؑ

۶۰ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

سے کیوں توسل کرتے ہیں؟ اور یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں کہ ان کے توسل سے پروردگار عالم ہماری مشکلات حل کرتا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ہم کو ان سے توسل کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاِبْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
وَ جَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ (۱)

”ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید اس طرح کامیاب ہو جاؤ“

جب ہم نے خداوند عالم کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کیا تو ہم کو ان سے بہتر کوئی اور وسیلہ نہیں ملا۔ جیسا کہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۶۱۷) پر یہ دعا نقل کی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ لَوَجَدْتُ شَفْعَاءَ اَقْرَبَ اِلَيْكَ مِنْ
مُحَمَّدٍ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الْاٰخِيَارِ الْاِئِمَّةِ الْاَبْرَارِ عَلٰى
هِمُ السَّلَامُ لَجَعَلْتَهُمْ شَفْعَانِىْ، فَبِحَقِّهِمُ الَّذِى
اَوْجِبْتَ لَهُمْ عَلَيْكَ اسْتَلْكُ اَنْ تَدْخُلْنِىْ
فِىْ جَمَلَةِ الْعَارِفِيْنَ بِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ، وَ فِىْ زِمْرَةِ
الْمَرْحُوْمِيْنَ بِشَفَاعَتِهِمْ، اَنْكَ اَرْحَمُ

۱. سورۃ مائدہ، آیت ۳۵

حضرت علیؑ غاصبین خلافت سے خلافت کیوں نہ لے سکے؟ ۶۱

الراحمین

”پروردگار اگر مجھے تیری بارگاہ میں محمد و آل محمد اور ان کے ائمہ ابرار سے بہتر اور کوئی وسیلہ مل جاتا تو میں انھیں کو اپنا شفیع قرار دیتا لہذا اب ان کے اس حق کے واسطے جس کو تو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان کے اور ان کے حق کے ذریعہ اپنے مرحوم بندوں کے زمرہ میں شامل فرما پیشک تو ارحم الراحمین ہے“

جیدہ بائبل

کیا امام حسین علیہ السلام کے قاتل شیعہ تھے؟

سوال ۲۲

جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہزاروں خطوط روانہ کئے تھے اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی انہوں نے آپ سے یہی کہا تھا کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں جیسا کہ جلاء العیون میں وارد ہوا ہے لہذا انہیں لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے نہ کہ بنی امیہ کے شیعوں نے جیسا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں؟

جواب ۲۲

جی ہاں! اکثر زعمائے کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط لکھے تھے اور ان کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور یہ گمان کیا تھا کہ خط لکھنے والے سب کے سب آپ کے شیعہ ہیں چنانچہ اس کو انہوں نے ثابت کر کے دکھایا اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی اور بہت سے لوگوں نے جب آپ تک پہنچنے کی

کوشش کی تو ان کو ابن زیاد نے قید کر دیا یہاں تک کہ اس کے تمام قید خانے قیدیوں سے پُر ہو گئے، ان میں سے بہت سے لوگوں نے خیانت کی اور آپ سے غداری کر کے یزید و ابن زیاد کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کی اس بات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ آپ کے شیعہ ہیں یقیناً ان میں سے بعض لوگ سچے تھے اور اکثر جھوٹے تھے اور یہی لوگ بنی امیہ کے پیروکار تھے اور انہوں نے آپ کو حکومت کی شہ پر خطوط لکھے تھے تاکہ آپ کو کوفہ بلا کر قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ حکومت کو آپ کی مکہ میں موجودگی سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

کتاب ”امام حسین علیہ السلام کے کلمات“ صفحہ ۳۱۰ پر ہے: جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو اہل عراق نے یزید کو بھڑکایا اور یہ کہا کہ حسین اور ابن زبیر نے بیعت سے انکار کیا ہے اور دونوں مکہ پہنچ گئے ہیں۔

محمد بن بشر ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور میں نے خطبہ دیا اور کہا کہ معاویہ ہلاک ہو چکا ہے اور امام حسین مکہ روانہ ہو گئے ہیں اور آپ لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعہ ہیں تو اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ان کے ناصر اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہیں تو پھر سب مل کر ان کی خدمت میں خط لکھئے اور اگر آپ لوگوں کو شکست کا خوف ہے تو ان کو دھوکہ میں نہ رکھئے ان سب نے جواب دیا نہیں ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور اپنی جانوں کو ان کے سامنے قربان کر دیں گے تو سلمان نے کہا پھر ان کی خدمت میں یوں خط لکھئے:

بسم الله الرحمن الرحيم
 للحسين بن علي من سليمان بن
 صرد، والمسيب بن نجبه ورفاعة بن شداد،
 وحبيب بن مظاهر وشيعته من المؤمنين
 والمسلمين من اهل الكوفة، سلام عليك
 فاننا حمد اليك الله الذي لا اله الا هو،
 اما بعد: فالحمد لله الذي قصم عدوك
 الجبار العنيد، الذي انتزى على هذه الامة
 فابتزها وغصبها فيئها، وتامر عليها بغير
 رضا منها، ثم قتل خيارها واستبقى شرارها،
 وجعل مال الله دولة بين جبارتها واغنيائها،
 فبعداله كما بعدت ثمود انه ليس علينا امام
 فاقبل لعل الله ان يجمعنا بك على الحق،
 والنعمان بن بشير في قصر الامارة
 لسنان جمع معه في جمع. ولا نخرج معه الى
 عيد، ولو قد بلغنا انك قد اقبلت
 الينا اخرجناه حتى نلحقه بالشام ان شاء
 الله، والسلام عليك ورحمة الله

ترجمہ: امام حسین بن علی کی خدمت میں سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ میں آپ کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی

طرف سے:

السلام علیکم ہم اس خدا کی حمد کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی خدا اور معبود نہیں ہے۔

اس خدا کی حمد جس نے آپ کے اس دشمن کی کمر کو توڑ دیا جو اس امت کے سر پر مسلط ہو گیا اور اس کے حصہ کو غصب کر لیا اور اس کی مرضی کے بغیر اس پر حکومت کرنے لگا اس نے اس امت کے نیک افراد کو قتل کر دیا، بردوں کو آزاد چھوڑ دیا اور مال خدا کو ظالمین اور جاہلین و اغنیاء کے درمیان تقسیم کر دیا وہ خدا کی رحمت سے اسی طرح دور ہوا جس طرح قوم ثمود خدا کی رحمت سے دور ہوئی تھی۔ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیں شاید پروردگار ہم کو آپ کے ذریعہ حق پر جمع کر دے اور نعمان بن بشیر دارالامارہ میں موجود ہے نہ ہم جمعہ کے دن اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی عید کے دن اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اگر ہم کو یہ اطلاع مل گئی کہ آپ یہاں تشریف لارہے ہیں تو ہم اس کو یہاں سے نکال باہر کریں گے اور اس کو شام پہنچادیں گے۔

انشاء اللہ والسلام علیک ورحمة اللہ

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے وہ خط عبد اللہ بن سبع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال تمیمی کے ذریعہ روانہ کیا وہ دونوں بہت تیزی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ دس رمضان المبارک کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ پہنچ گئے ہم نے دو دن انتظار کیا اور اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں قیس بن مسهر صیداوی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکلدن ارجسی اور عمارہ بن عبید سلولی کو بھیجا جن کے ساتھ

کیا امام حسینؑ کے قاتل شیعہ تھے؟ ۶۷

تقریباً ۱۵۰ صحیفے تھے۔

دودن کے بعد ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی کو ایلیٰ بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ جو خط بھیجا گیا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

حسین بن علی کی خدمت میں ان کے چاہنے والے مومنین اور مسلمان شیعوں کی طرف سے:

آپ جلد تشریف لائیں لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ان کی کوئی رائے نہیں ہے لہذا جلدی آئیے جلدی آئیے والسلام علیک۔

اور شبث بن ربیع، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن یزید بن رویم، عزہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے آپ کی خدمت میں تحریر کیا:

ابا بعد: باغ اور بستان سب ہرے بھرے ہو چکے ہیں پھل تیار ہیں خوشے آمادہ ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیں اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے لشکر تیار کیا جائے والسلام علیک۔

جب ہانی بن ہانی اور سعید بن عبد اللہ امامؑ کی خدمت میں پہنچے اور اہل کوفہ کا خط آپ کی خدمت میں پڑھا تو آپ نے ان سے پوچھا مجھے بتاؤ کہ یہ خط کس کس نے لکھا ہے انہوں نے کہا کہ شبث بن ربیع، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن یزید بن رویم، عمرو بن حجاج، اور محمد بن عمیر بن

۶۸ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

عطار دہلوی نے مل کر یہ خط تحریر کیا ہے۔

اہل کوفہ کے نام امام کا خط

آپ نے ہانی سمعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی کے ذریعہ جو آپ کے آخری ایچی تھے اس مضمون کا خط تحریر کر کے بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علیؑ کی طرف سے بزرگان مومنین اور مسلمین کی خدمت میں
اما بعد: ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر میرے پاس آئے اور یہ تم لوگوں
کے سب کے آخری ایچی ہیں جو میرے پاس پہنچے ہیں اور جو کچھ تم نے ذکر کیا
ہے میں اس کو سمجھ گیا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں
ہے لہذا آپ تشریف لائیں تاکہ پروردگار آپ کے ذریعہ ہم کو حق و ہدایت پر
جمع کر دے۔ لہذا میں نے تمہاری طرف اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ
کو جو میرے خاندان میں قابل وثوق ہیں کو روانہ کیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ
مجھے تمہارے حال و احوال اور تمہاری رائے سے مطلع کریں پس اگر انہوں نے
میرے پاس یہ تحریر کیا کہ تمہاری قوم قبیلہ نیز زعماء اور سرداروں کی رائے ہے تم
لوگوں کے خطوط جیسی ہے تو میں عنقریب انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچوں گا
میری جان کی قسم امام صرف اور صرف وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے عدل
کے دامن کو تھامے رہے حق کے راستے پر چلتا رہے اور اپنے نفس کو ذوات خدا
تک محدود رکھے۔ والسلام۔

جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنا خط بزرگان مومنین

کیا امام حسینؑ کے قاتل شیعہ تھے؟ ۶۹

اور مسلمین کے نام تحریر فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان میں سے اکثر آپ کے شیعہ نہیں ہیں۔

جب آپ نے اپنے ابن عم جناب مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ روانہ کیا تو کوفہ میں موجود یزید کے چاہنے والوں نے یزید کو جناب مسلم کے بارے میں اطلاع دی تو یزید نے بصرہ میں موجود اپنے گورنر ابن زیاد کو خط لکھا اس کو قاتل نیشاپوری نے اپنی کتاب (روضۃ الواعظین کے صفحہ ۱۷۴) پر اس طرح نقل کیا ہے ابا بعد کوفہ میں موجود میرے بعض شیعوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ابن عقیل نے کوفہ میں ایک جماعت تیار کی ہے تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اثر کو توڑ دے تو جیسے ہی میرا یہ خط پڑھے فوراً کوفہ پہنچ کر ابن عقیل کو ذلت و خواری کے ساتھ طلب کرنا، ان کو اپنے قبضہ میں رکھنا اور آخر کار ان کو قید خانہ میں ڈال دینا یا قتل کر دینا یا شہر بدر کر دینا۔ والسلام“

یزید نے اس خط کے ساتھ ہی کوفہ کا گورنر بھی ابن زیاد ہی کو بنا دیا تھا۔

اس خط سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کوفہ میں بنی امیہ کے شیعہ بھی تھے اور اہل بیتؑ کے شیعہ بھی اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام حسینؑ سے جنگ کی تھی وہ ابوسفیان کے شیعہ تھے امام حسین کے شیعہ نہیں تھے بلکہ وہ لوگ جنہوں نے امام حسینؑ کے پاس خطوط لکھے تھے ان میں سے بھی بہت سے لوگ باطن میں بنی امیہ کے شیعہ تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ امام حسینؑ کو فہ آجائیں تاکہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

امام حسینؑ ان کی نیتوں اور ان کے مقاصد کو بخوبی جانتے تھے لیکن

۷۰ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق عمل کیا اور خود ان لوگوں کے بارے میں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ آل ابوسفیان کے ماننے والے ہیں جیسا کہ سید امین کی کتاب لواحج الاشجان کے صفحہ ۱۸۵ پر ہے:

فصاح الحسين: ويلكم يا شيعة آل ابى
سفيان ان لم يكن لكم دينكم وكنتم
لاتخافون يوم المعاد فكونوا احرار ارفى
دنياكم هذه، وارجعوا الى احسابكم ان كنتم
عرباً كما تزعمون فنادى شمر: ماتقول يا بن
فاطمة؟ فقال: اقول انى اقاتلكم وتقاتلونى
والنساء ليس عليهن جناح، فامنعوا عتاتكم
وجها لكم وطغاتكم من التعرض لحرمى
مادمت حياً

امام حسین علیہ السلام نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا وائے ہو تم پر اے ابوسفیان کی آل کے چاہنے اور ماننے والو اگر تمہارا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور تمہارے دلوں میں قیامت کا ذرہ برابر خوف بھی نہیں ہے تو کم سے کم اس دنیا میں تو آزاد مردوں کی طرح رہو اور اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ تم عرب ہو تو اپنی غیرت کا خیال رکھو۔

شمر نے پکار کر کہا: اے ابن فاطمہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا میں کہہ رہا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو لیکن میرے اہل حرم کا تو کوئی گناہ نہیں ہے لہذا جب تک

کیا امام حسینؑ کے قاتل شیعہ تھے؟ ۷۱

میں زندہ ہوں تم اپنے طاغی اور جاہل سپاہیوں کو میرے اہل حرم کی ہتک حرمت کرنے سے روکنا۔

شمر نے کہا: اے فرزند فاطمہؑ آپؑ کی یہ بات قبول ہے اور پھر اس نے لشکر کی طرف چیخ کر کہا کہ ان کے اہل حرم سے دور ہو جاؤ انھیں سے مقابلہ کرو میری جان کی قسم یہ ہمارے لئے بے مثال کریم ہیں پھر ابن زیاد نے آپ سے جنگ شروع کر دی اور شمر انھیں آپ کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکاتا رہا اس کے بعد وہ لوگ امام حسینؑ پر حملہ آور ہوئے تو امام حسینؑ نے بھی ان پر حملہ شروع کر دئے اور میدان صاف ہو گیا آپ نے ایک گھونٹ پانی طلب کیا مگر آپ کو پانی نہ مل سکا اور جب بھی آپ نے اپنے گھوڑے کو فرات کی طرف بھیجا انھوں نے مل کر اس پر حملہ کیا اور اس کو فرات کے قریب نہ جانے دیا لہذا جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ امام حسینؑ کو قتل کرنے والے خود آپ کے شیعہ تھے بالکل غلط بات ہے اس کا حقیقت سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا تھا وہ بنی امیہ کے چاہنے والے تھے امام حسینؑ کے شیعہ جیل اور زندانوں کے اندر قید تھے اور ان میں سے کچھ لوگ کوفہ کا شدید حصار اور پہرہ توڑ کر آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ صفار نے امام علی رضاؑ کا ارشاد بصائر الدرجات صفحہ ۱۹۳ پر یوں نقل کیا ہے:

ان شیعتنا مکتوبون باسمائهم واسماء

آبائهم، اخذ اللہ علینا وعلیہم

المیثاق، یردون موردا ویدخلون مدخلنا

”ہمارے شیعوں اور ان کے آباء و اجداد کے نام باقاعدہ مکتوب ہیں اور خدا نے ہم اور ان لوگوں سے باقاعدہ عہد و میثاق لیا ہے اور جہاں ہم پہنچتے ہیں وہاں وہ بھی آتے ہیں اور جہاں ہم داخل ہوتے ہیں وہاں وہ لوگ بھی پہنچتے ہیں“

حمیری قرب الاسناد میں صفحہ ۳۵۰ پر روایت نقل کرتے ہیں:

وقال ابو جعفر: انما شیعتنا من تابعنا ولم

یخالفنا، ومن اذا خفنا خاف، واذا امانا

امن، فاولئک شیعتنا

”امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری پیروی کرے اور ہماری مخالفت نہ کرے اور جس سے ہمیں خوف ہو اس سے اسے بھی خوف ہو اور جس سے ہم امن و امان میں ہوں اس سے اسے بھی امان محسوس ہو یہی لوگ ہمارے شیعہ ہیں۔“

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے
 خلق کیا گیا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال ۲۳

ہندوستان کے ایک عالم دین مولانا مقبول احمد صاحب کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ
 میں صفحہ ۶۲ پر اصول کافی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”ہر
 انسان اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے اسے خلق کیا گیا ہے“ اور ابو بکر صدیق
 اور فاروق یہ دونوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن ہیں اور پیغمبر نے
 اپنے اس روضہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے
 باغات میں سے ایک باغ ہے تو آپ کے قول کے مطابق یہ دونوں اسی تربت
 طاہرہ سے خلق ہوئے ہیں جہاں انھیں دفن کیا گیا ہے؟

جواب ۲۳

اولاً یہ کہ سوال کرنے والے نے ہمارے اوپر جس حدیث کے ذریعہ احتجاج کیا ہے اس کو خود ان کے علماء نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔

پیشی نے مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۲ پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے (باب یدفن فی التربة التي منها خلق) یہ باب اس بارے میں ہے کہ انسان جس مٹی سے خلق کیا جاتا ہے اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے، اس سے متعلق تین حدیثیں بیان کرنے کے بعد ان کو انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے!

پہلی حدیث: ابو سعید سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ مدینہ سے گزرے تو آپ نے کچھ لوگوں کو قبر کھودتے دیکھا آپ نے ان سے اس قبر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ایک حبشی کا انتقال ہو گیا ہے تو نبی کریم نے فرمایا: "لا اله الا الله اپنی سرزمین سے اسی مٹی کی طرف لایا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا تھا"

اسی روایت کو بزار نے نقل کیا ہے لیکن اس کے راویوں میں علی بن مدینی کے والد ہیں جو ضعیف ہیں۔

دوسری حدیث: ابو درداء سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اس وقت ہم ایک قبر کھودنے میں مشغول تھے آنحضرت نے

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا ۷۵

فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: اس غلام کے لئے قبر کھود رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: اس کو موت اسی مٹی میں لے آئی جس سے وہ خلق کیا گیا تھا ابو اسامہ نے کہا ہے کہ اے اہل کوفہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے سامنے یہ حدیث کیوں بیان کی ہے کیونکہ ابو بکر اور عمر تربت رسول اکرمؐ سے خلق کئے گئے ہیں۔

اسی روایت کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے جس میں عجلی نے احوص بن حکیم کو ثقہ کہا ہے جبکہ مستند محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عمر سے مروی ہے: ایک حبشی مدینہ میں دفن کیا گیا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ اسی مٹی میں دفن کیا گیا ہے جس سے اس کو خلق کیا گیا تھا اسی روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور اس میں عبد اللہ بن عیسیٰ خزازی ہے جو ضعیف ہے رجوع فرمائیں کتاب المصنف مؤلف عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۱۵۔

ابن حزم کتاب المحلی جلد ۷ صفحہ ۲۸۵ پر رقمطراز ہیں: بعض لوگ گڑھی ہوئی روایات سے احتجاج کرتے ہیں اس پر ان کو متنبہ کرنا واجب ہے، ان ہی میں سے ہم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک میت کو دیکھ کر فرمایا:

”یہ اسی خاک میں دفن کیا گیا ہے جس خاک سے اسے پیدا کیا گیا تھا“ اس سے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ”پیغمبر اکرمؐ ﷺ مدینہ میں دفن کئے گئے لہذا اسی مٹی سے آپ خلق کئے گئے تھے اور چونکہ پیغمبر اکرمؐ دنیا کی ہر مخلوق سے افضل تھے لہذا زمین کا وہ حصہ دنیا کا سب سے افضل حصہ ہے“

یہ روایت گڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس کی ایک سند میں محمد بن حسن بن زبالہ

ہے جو بالکل ناقابل اعتبار ہے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور علماء اس کے متروک ہونے پر متفق ہیں۔ پھر اسی روایت کو انیس بن یحییٰ نے مرسل طریقہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم کو نہیں معلوم یہ انیس بن یحییٰ کون ہے۔

دوسری روایت کو ابو خالد نے بھی نقل کیا ہے لیکن وہ خود مجہول الحال ہے اس لئے کہ اس نے یحییٰ بکاء سے نقل کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

بالفرض اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیں تو یہ فضیلت صرف پیغمبر ﷺ کی قبر مبارک کو ہی حاصل ہوگی ورنہ اس سرزمین کے آس پاس تو اور دوسرے منافقین بھی دفن کئے گئے ہیں اسی طرح شام میں جناب ابراہیم، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، سلیمان اور داؤدؑ وغیرہ دفن ہیں لیکن کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ شام مکہ سے زیادہ افضل ہے۔

شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۹۹ پر تحریر کیا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی قبر مبارک زمین کی سب سے افضل جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ زمین کے سب سے افضل حصے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ قبر پیغمبر ﷺ کے علاوہ ان دونوں شہروں میں کون افضل ہے چنانچہ اہل مکہ، اہل کوفہ، شافعی، ابن وہب مالکی اور ابن حبیب مالکی نے کہا ہے کہ مکہ افضل ہے اور اسی طرف جمہور کا بھی میلان ہے اور عمر، بعض صحابہ، مالک اور اکثر اہل مدینہ نے کہا ہے کہ مدینہ افضل ہے۔

پہلے نظریہ کے طرفداروں نے عبد اللہ بن عدی کی مذکورہ حدیث سے

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا ۷۷
 استدلال کیا ہے جس کو ابن خزیمہ نے اور ابن حبان وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔
 ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس اختلافی مسئلہ میں یہ روایت ہمارے مدعا کی
 واضح دلیل ہے لہذا اس سے عدول کرنا صحیح نہیں ہے لیکن اس کے مقابل قاضی
 عیاض نے کہا ہے کہ جس سرزمین پر پیغمبر اکرمؐ دفن کئے گئے ہیں وہ زمین کا
 سب سے افضل حصہ ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ انسان اسی مٹی میں دفن
 ہوتا ہے جہاں سے اس کی خلقت کے وقت مٹی لی گئی تھی۔ اس روایت کو ابن
 عبد البر نے اپنی تمہید میں عطا خراسانی کی موقوف سند سے نقل کیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے: جس مٹی سے آنحضرت ﷺ کی تخلیق ہوئی
 تھی اس کی افضلیت کا اثبات استنباط کے ذریعہ کیا گیا ہے اور اس کو نص صریح
 اور صحیح روایت کے مقابلہ میں پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ مطلب زبیر بن بکار سے نقل شدہ روایت کے خلاف
 ہے: ”جس مٹی سے پیغمبر اکرمؐ کو خلق کیا گیا تھا جبریل امین نے وہ مٹی خانہ
 کعبہ سے اٹھائی تھی لہذا جس مٹی سے آپ کی تخلیق ہوئی ہے وہ کعبہ کی سرزمین
 ہے“ یہ صحیح روایت اپنی معارض روایت سے ہر اعتبار سے بہتر ہے کیونکہ اس
 معارض روایت کی سند میں عطاء خراسانی ہے البتہ اگر اجماع والی قاضی عیاض
 کی بات صحیح ثابت ہو جائے تو وہ صرف اجماع کو حجت ماننے والوں کے لئے
 حجت ہوگی۔

مدینہ کو افضل قرار دینے والوں نے چند دلیلیں پیش کی ہیں جن میں سے
 ایک دلیل یہ حدیث ہے:

ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة

”پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے“ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کو نقل کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر کا یہ قول بھی ہے:

موضع سوط فی الجنة خیر من الدنيا وما فیها

لیکن اس کے ذریعہ بھی مدینہ کی افضلیت ثابت نہیں کی جاسکتی ہے چونکہ اس حدیث میں مکہ اور مدینہ کی تمام زمینوں پر افضلیت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ دونوں مذکورہ احادیث اس صحیح حدیث کی معارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ صرف مدینہ کے مخصوص حصہ کی افضلیت کو بیان کر رہی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن اس میں مدینہ کی مکہ پر افضلیت کے اثبات میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ابن حزم نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے جنت مجازی مراد ہے کیونکہ واقعاً اگر اس سے جنت کا ٹکڑا مراد ہوتا تو پھر اس میں وہ اوصاف جنت بھی پائے جاتے جو خداوند عالم نے بیان کئے ہیں۔ جیسے:

اِنَّ لَكَ الْاَلْتَجُوْعَ وَلَا تَعْرِى (۱)

”بیشک یہاں جنت میں تمہارا فائدہ یہ ہے کہ نہ بھوکے رہو گے نہ برہنہ

رہو گے“

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا گیا ۷۹

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھنا جنت میں نماز پڑھنے کے مانند ہے جیسا کہ نیک دنوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جنت کے ایام ہیں اور آنحضرت ﷺ کا بھی فرمان ہے:

الجنة تحت ظلال السيوف

”جنت تلواروں کے سایہ میں ہے“

ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر واقعاً یہ ثابت ہو جائے کہ حقیقت میں اس کو جنت کا ٹکڑا قرار دیا گیا ہے تب بھی افضلیت اسی ایک خاص حصہ کیلئے ہوگی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سے جو جگہ سب سے زیادہ قریب ہوگی وہ اس سے دور والی جگہ سے زیادہ بافضلیت ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد حجہ (جو مدینہ سے زیادہ قریب ہے) مکہ سے افضل ہے جبکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

جن لوگوں نے مکہ کو مدینہ سے افضل قرار دیا ہے ان کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ابن زبیر کی یہ حدیث ہے جس کو احمد، عبد بن حمید، ابن زنجویہ، ابن خزیمہ طحاوی، طبرانی، بیہقی اور ابن حبان نے نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجدى هذا

افضل من الف صلاة فيما سواه الا المسجد

الحرام، وصلاة في المسجد الحرام افضل

من صلاة في مسجدى بمائة صلاة

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری جگہ ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور مسجد الحرام میں ایک

نماز پڑھنا میری مسجد میں سونماز پڑھنے سے بہتر ہے“

یہ حدیث پندرہ طرق صحابہ سے نقل ہوئی ہے مکہ کی افضلیت کے قائلین نے اس حدیث سے یوں استدلال کیا ہے کہ مسجد النبی کی فضیلت اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے جہاں پر آپ مدفون ہیں (یہ تھا شوکانی کا بیان)۔

ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۵۵ پر تحریر کیا ہے: قاضی عیاض نے اس حصہ کو مستثنیٰ کیا ہے جس میں نبی کریمؐ کو دفن کیا گیا ہے اور انھوں نے اس بات پر اجماع کا ادعا کیا ہے کہ یہ حصہ روئے زمین پر ہر حصہ سے افضل ہے، اس کے بعد قاضی نے کہا کہ یہ بات مذکورہ بحث سے متعلق نہیں ہے کیونکہ اس کا محل بحث وہ ہے جہاں پر عبادت کرنے کی فضیلت بیان کی جائے۔

قرانی نے قاضی عیاض کا یہ جواب دیا ہے کہ مدینہ کی یہ افضلیت وہاں پر موجود آنحضرتؐ کے کثرت انصار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ایسے ہے جیسے قرآن کریم کی جلد کو دوسری تمام جلدوں پر افضلیت حاصل ہے۔

نووی نے شرح مہذب میں کہا ہے کہ ہمارے علماء نے اس بارے میں کوئی روایت نقل نہیں کی ہے اور ابن عبد البر کا کہنا ہے: مسجد النبی کی افضلیت کے لئے آنحضرت ﷺ کی قبر کی افضلیت سے متعلق روایات کی تلاش وہی افراد کرتے ہیں جو اس مسجد کی افضلیت کے قائل نہیں ہیں لیکن اس مسجد کی افضلیت کے معتقد لوگوں کا کہنا ہے: مکہ کے بعد مسجد النبی سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے وہ مسجد النبی اور مسجد الحرام کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ نیز دوسرے بعض علماء کا کہنا ہے کہ دفن نبی کی افضلیت کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیان

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا ۸۱

کیا گیا ہے کہ انسان اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی مٹی تخلیق کے وقت اٹھائی گئی تھی اس روایت کو ابن عبدالبر نے اپنی تمہید کے آخر میں عطاء خراسانی کے ذریعہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

اسی وجہ سے زبیر بن بکار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس مٹی سے پیغمبر اکرمؐ کو خلق کیا گیا جبرئیل نے وہ مٹی کعبہ سے اٹھائی تھی لہذا جہاں آپ کو دفن کیا گیا وہ خاک کعبہ کا حصہ ہے۔ بنا بریں اگر یہ مطلب صحیح ہو تو حقیقت میں یہ فضیلت مکہ اور خاک کعبہ کو حاصل ہے واللہ اعلم۔

شہید اول نے قواعد الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرمایا ہے: ”مغرب کے بعض سنی حضرات (جس سے قاضی عیاض مؤلف کتاب الشفا مراد ہیں) کا یہ گمان ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس مقام پر پیغمبر اکرمؐ کو دفن کیا گیا ہے وہ روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے لیکن اہل سنت کے متعدد علماء اس افضلیت کے بھی منکر ہیں اور ان کے دعوائے اجماع کو بھی قبول نہیں کرتے ہیں“

یہ اہل سنت علماء کے نظریے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱. سوال کرنے والے نے کافی کی جس حدیث کے ذریعہ استناد کیا ہے

اس کو اہل سنت علماء نے یا ضعیف کہا ہے یا گڑھی ہوئی کہا ہے۔

۲. مدینہ کی افضلیت یا عدم افضلیت کے بارے میں علماء نے یہ بحث

صرف اس جگہ کے متعلق کی ہے جس جگہ پر نبی اکرمؐ کا جسم مبارک ہے اور یہ

اس کے اطراف کو شامل نہیں ہے لہذا یہ بات قبر ابو بکر اور عمر کو شامل نہیں ہے اور

ان لوگوں میں سے جن کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہے تو وہ صرف اسی حصہ کو بافضیلت سمجھتے ہیں کہ جہاں پر حضور کا جسم مبارک ہے اور اس میں قبر شریف کے اطراف کا حصہ یا مسجد شامل نہیں ہے۔

۳. پیغمبر اکرم ﷺ کے اس ارشاد:

ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة

”میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے“ کے ذریعہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں (البوکھاری اور عمر) منبر اور آنحضرت ﷺ کی قبر کے درمیان نہیں ہیں جو وہ باغ بہشت میں قرار پائیں بلکہ وہ پشت قبر پیغمبر اور باغ بہشتی کے باہر واقع ہیں۔

۴. آنحضرت نے جو یہ فضیلت بیان فرمائی ہے: ”میری قبر اور منبر کے

درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اسی مخصوص بقعہ کے لئے ہے اور اس جگہ کے متعلق بھی نہیں ہے جس میں خود آپ دفن ہیں اور مسلمانوں میں سے کسی بھی مسلمان نے خود نبی اکرم یا صحابہ میں سے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ یہ فضیلت اس بقعہ کے ساتھ ساتھ اس جگہ کو بھی حاصل ہے جہاں خود آنحضرت مدفون کیا گیا ہے یا جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے اور اگر یہ فضیلت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہوتی تو ہر فاسق و فاجر کیلئے آپ کی جگہ پر بیٹھ جانا اور یہ دعویٰ کرنا صحیح ہوتا کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہوں کیونکہ میں ”روضۃ من ریاض الجنة“ ”جنت کے باغ کے اندر بیٹھا ہوا ہوں اور تمام مسلمان مجھ سے کمتر ہیں کیونکہ وہ اس باغ میں نہیں ہیں۔

نتیجہ

علمائے اہل سنت کے مطابق مذکورہ باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابو بکر اور عمر کی افضلیت ان کے جائے دفن سے ثابت نہیں کی جاسکتی ہے۔
شیعہ حضرات بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

لیکن یہ روایت جس کو کافی جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ پر امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”من خلق من ترربة دفن فیہا“ ”جو شخص جس مٹی سے خلق کیا گیا ہے اس کو اسی میں دفن کیا جائے گا“ اسی طرح اس کتاب کی دوسری روایت میں حارث بن مغیرہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے سنا: ”جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے تو پروردگار عالم ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس جگہ کی تھوڑی سی مٹی جہاں اس کو دفن ہونا ہے اٹھا کر لائے اور نطفہ میں ملا دے اور اس کے بعد سے اس کا دل اس مٹی کے انتظار میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں دفن کر دیا جائے“۔

لیکن ان دونوں احادیث کے معنی وہ نہیں ہیں جو مقالہ نگار نے مراد لئے ہیں تاکہ اس سے ابو بکر اور عمر کی فضیلت ثابت کر دی جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس ذرہٴ اصلی سے انسان کو خلق کیا گیا ہے وہ مرتے وقت اس کے بدن سے جدا ہو کر اسی ہرزمین پر دفن ہوتا ہے جہاں سے تخلیق کے وقت لیا گیا تھا اور اس کا ثبوت وہ روایت ہے جس کو کافی جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ پر امام صادق سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ سے میت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مرنے

کے بعد جسم نابود ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں اس کا گوشت اور ہڈی کچھ بھی باقی نہیں رہتا بلکہ اس کی وہی طینت باقی رہ جاتی ہے جس سے اسے خلق کیا گیا ہے اور یہ طینت کہنہ اور بوسیدہ ہونے والی نہیں ہے اور یہ قبر میں اسی طرح باقی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کو دوبارہ اسی سے خلق کیا جائے گا جس سے پہلی بار خلق کیا گیا تھا۔“

اس مٹی اور طینت سے مراد وہی ذرہ ہے جس سے انسان کو خلق کیا گیا ہے اور وہ نیست و نابود ہونے والا نہیں ہے اور یہ ذرہ اصلی عالم ذر میں اس کی خلقت کی اساس و بنیاد ہے۔

کافی جلد ۲ صفحہ ۱۱ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جب پروردگار عالم نے جناب آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان دونوں طینتوں کو پیدا کیا پھر ان دونوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا دائیں طرف کی طینت سے کہا تم میرے اذن سے مخلوق بن جاؤ ذرہ کے مانند مخلوق بن گئی اس کے بعد بائیں طرف والی طینت سے کہا: تو میرے اذن سے خلق ہو جاؤ بھی ذرہ کے مانند خلق ہو گئی پھر خدا نے ان کے لئے آگ کو خلق کیا اور ان سے کہا میری اجازت سے اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ اس میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان کے بعد اولوالعزم انبیاء، ان کے اوصیاء اور ان کے پیرو تھے۔ پھر بائیں طرف کے گروہ سے کہا:

میری اجازت سے اس میں داخل ہو جاؤ لیکن انہوں نے کہا پروردگار! کیا تو نے ہم کو اس آگ میں جلانے کیلئے خلق کیا ہے؟ انہوں نے خداوند عالم

انسان اسی جگہ ذن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا ۸۵

کا حکم نہیں مانا۔ تو پروردگار عالم نے دائیں طرف والے گروہ سے فرمایا کہ میرے حکم سے اس آگ سے نکل جاؤ تو چنانچہ جب وہ آگ سے باہر آئے تو آگ نے ان کو ذرہ برابر تکلیف نہیں پہنچائی تھی تو بائیں طرف کا گروہ ان کو دیکھ کر کہنے لگا کہ پروردگار ہم تو اپنے ان ساتھیوں کو بالکل صحیح و سالم پارہے ہیں لہذا ہمیں بھی اس آگ میں داخل ہونے کی اجازت دے دے تو ارشاد ہوا میں نے تمہاری غلطی معاف کی جاؤ داخل ہو جاؤ چنانچہ جب وہ اس کے قریب پہنچے اور انھوں نے اس کی لپٹیں دیکھیں تو کہنے لگے:

اے ہمارے پروردگار ہم میں جلنے کی طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے خداوند عالم کی دوسری مرتبہ نافرمانی کی۔ اللہ نے پھر تیسری مرتبہ ان کو آگ میں جانے کا حکم دیا تو انھوں نے پھر بھی خدا کی نافرمانی کی اس کے برعکس خداوند عالم نے دائیں طرف کی جماعت کو جتنی مرتبہ حکم دیا انھوں نے خدا کی اطاعت کی اور ہر مرتبہ سرفراز باہر نکلے تو اللہ نے ان سے خطاب کیا: تم میرے اذن سے مٹی میں بدل جاؤ اس وقت اللہ نے جناب آدم کو اس مٹی سے خلق کیا، اسی وقت سے جو شخص جس گروہ میں تھا وہ اسی گروہ میں رہا۔“

سچ البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ پر مالک بن دحیہ سے روایت ہے: ہم امیر المؤمنین کے پاس بیٹھے تھے آپ کے سامنے لوگوں کے رنگ و نسل کے مختلف ہونے کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا:

”ان کے درمیان یہ اختلاف ان کی طینت کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ انسان آغاز خلقت میں شور و شیریں، سخت یا نرم زمین کا ایک حصہ تھا لہذا جس

حصہ سے وہ قریب رہا اس میں اس نے اثر کیا اور جس قدر ان کی طینت میں اختلاف ہوگا ان میں اختلاف پایا جائے گا اسی وجہ سے بعض صورت کے حسین و جمیل لیکن عقل کے ناقص ہیں، بعض قد و قامت کے طویل لیکن کم ہمت ہیں، بعض سیرت میں اچھے ہیں لیکن ان کی صورت بری ہے، بعض ظاہری طور پر معمولی انسان لگتے ہیں لیکن باطن میں دور اندیش ہوتے ہیں، بعض میدان جنگ میں فولاد کی مانند ہوتے ہیں لیکن اپنی روزمرہ کی زندگی میں بہت سست ہوتے ہیں بعض فکری اعتبار سے پریشان تو بعض خوش زبان اور خوش اندیش ہیں“

مندرجہ بالا مطالب سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے: ”مرنے کے بعد ہر انسان کو اسی مٹی میں دفن کیا جائے گا جس سے اسے خلق کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ذرہ اصلی یا پہلی سرشت مرتے وقت اس سے لے لی جاتی ہے اور اس کو جہاں سے خلق کیا گیا ہے وہیں پلٹا دیا جاتا ہے چونکہ انسان کو خلق کرتے وقت جب پروردگار عالم نے جبرئیل کو بھیجا تو انھوں نے زمین کے مختلف حصوں سے مٹی اٹھائی اور اسی سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

لہذا صالح اور نیک انسان کو کہیں بھی دفن کیا جائے اس کی مٹی اسی جگہ منتقل کر دی جاتی ہے جہاں سے اسے خلق کیا گیا تھا اسی طرح برے انسان کی مٹی بھی اسی جگہ منتقل کر دی جاتی ہے جہاں سے اس کی پہلی بار خلقت ہوئی تھی۔ اس بات کی تائید شیعہ اور سنی کتابوں میں موجود حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔

روضۃ الواعظین مؤلف قتال نیشاپوری صفحہ ۴۹۰ پر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا ۸۷

لما خلق الله آدم اشتكت الارض الى ربها

لما اخذ منها فوعدھا ان یرد فیھا ما اخذ منها

فما من احد الا یدفن فی التربة التي خلق منها

”جب جناب آدم کو پروردگار عالم نے خلق کیا تو زمین نے اپنے رب کی بارگاہ میں شکوہ کرتے ہوئے یوں عرض کیا کہ اس کی مٹی کیوں لے لی گئی ہے پروردگار عالم نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو وہیں پلٹا دے گا جہاں سے اس کو لیا گیا ہے لہذا ہر مرنے والے انسان کو کہیں بھی دفن کیا جائے اس کی مٹی اسی طرف پلٹا دی جاتی ہے جہاں سے اس کی خلقت ہوئی ہے“

اسی روایت کے مثل روایت تفسیر بغوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ پر بھی موجود ہے۔

اس بنا پر ابو بکر اور عمر کے دفن کے سلسلہ میں مقالہ نگار کا دعویٰ خود انہی کے مذہب کی رو سے غلط ہے کیونکہ مقالہ نگار کی بات کی نہ اہل سنت کی احادیث تائید کرتی ہیں اور نہ ہی شیعوں کی احادیث اور چونکہ ہمارے علماء کے نظریے کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مٹی اور خاک سے ابو بکر اور عمر خلق کئے گئے تھے ان کی موت کے بعد اس کو اسی جگہ واپس پلٹا دیا گیا جہاں سے ان کی تخلیق ہوئی تھی جس کو خدا بہتر جانتا ہے لہذا قبر پیغمبر کے جوار میں ان کی تدفین سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے کیا آپ کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو اس جگہ سے واقف ہے جس سے ان کو خلق کیا گیا تھا؟

کیا حضرت علی اور ائمہؑ کیلئے شہادتِ ثالثہ
دینا واجب ہے؟

سوال ۲۴

اہل سنت جو کلمہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھتے ہیں وہ آپ کے
نزدیک کامل ہے یا ناقص؟

سوال ۲۵

اگر اہل سنت کا کلمہ پورا ہے تو اعلان کر دیجئے تاکہ اہل سنت کے کلمہ کے متعلق
شبہات دور ہو جائیں؟

سوال ۲۶

اگر یہ کلمہ ادھورا ہے تو پھر آپ کی کتاب حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲ پر ملا باقر مجلسی نے یہ کیوں تحریر کیا ہے کہ سرور کائنات کی مہر نبوت پر اہل سنت والا کلمہ تھا؟

سوال ۲۷

کتاب غزوات حیدر یہ صفحہ ۲۹ سطر ۱۸ پر درج ہے کہ جب جناب خدیجہ اسلام لائیں تو وہی کلمہ حضور نے پڑھوایا جو اہل سنت پڑھتے ہیں فرمائیے حضرت خدیجہ کے ایمان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۲۸

اذان میں ”اشھدان علیاً ولی اللہ“ جو آپ لوگ کہا کرتے ہیں اسکے متعلق اپنی کتاب میں سے کسی امام کی صحیح حدیث پیش کیجئے؟

جواب ۲۲ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸

شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام لانے کیلئے کم سے کم ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے اور جو شخص ان دونوں باتوں کی گواہی دے وہ شرعاً مسلمان ہے اس کو وہی حق حاصل ہے جو دوسرے

کیا حضرت علیؑ اور ائمہ کیلئے شہادت ثالثہ دینا واجب ہے؟ ۹۱

مسلمانوں کو حاصل ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو ایک مسلمان کے ساتھ ہوتا ہے لیکن غالی اور ناصبی اس حکم سے جدا ہیں۔

لیکن صرف اتنا کہنے سے کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور وہ اس وقت تک مومن نہیں کہا جاسکتا جب تک وہ حضرت امیر المومنین علیؑ اور بقیہ ائمہ طاہرینؑ کی ولایت کی گواہی اور ان کے دشمنوں سے برائت کا اقرار نہ کر لے اس کی یہ شہادت ہمارے نزدیک اصول دین کا حصہ ہے اور ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی کے بعد یہ گواہی دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد کے دوسرے ائمہ معصومینؑ ہمارے امام و رہبر ہیں۔

یہ تو عقیدہ کا مرحلہ تھا لیکن اس بات کا اعلان کرنا بعض حالات میں واجب ہے اور بعض حالات میں مستحب ہے۔

اس کے باوجود کہ ولایت اہل بیتؑ اصول دین میں ہے پھر بھی جو شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور ولایت اہل بیتؑ کا اعتراف نہیں کرتا ہے، ہم اس کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں کیونکہ سیرت پیغمبر اور آپ کی سیرت سے متعلق صحیح حدیث سے کہ ایسے لوگوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے بھی مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جنہوں نے آپ کی بات نہیں مانی، آپ کو امت کو گمراہی سے بچانے والا نوشتہ نہیں لکھنے دیا اور آپ کے سامنے یہ کہا کہ ”ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے“ اسی لئے انہوں نے پیغمبر پر ہذیان کی تہمت لگائی آپ کی شان میں

بے ادبی کی اور خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کی گمراہی کا ذریعہ بھی بنے لیکن اس کے باوجود پیغمبر نے ان کو اپنے گھر سے نکال دینے پر ہی اکتفا کیا اور ان کو کافر قرار نہیں دیا۔

صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳ پر ابن عباس سے منقول ہے: ”جب نبی اکرمؐ کے مرض میں شدت آگئی تو آپ نے فرمایا مجھے کاغذ لا کر دو تا کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا کہ پیغمبر پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے اس کے بعد لوگوں کے درمیان میں اختلاف ہو گیا اور بات زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس سے دور ہو جاؤ اور میرے پاس جھگڑا نہ کرو۔ ابن عباس یہ کہتے ہوئے نکلے کہ پیغمبر اور ان کے نوشتے کے درمیان حائل ہونے والی سب سے بڑی مصیبت یہی ہے۔“

اسی روایت کو بخاری نے اپنی صحیح میں اور دوسرے مقامات پر بھی درج کیا ہے اور ہم چونکہ اپنے نبی کے مطیع ہیں لہذا ان لوگوں کو کافر نہیں کہتے اور ان سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ شہادتین پڑھتے تھے۔

انھیں روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو یہ خبر دی کہ امت تم سے خیانت کرے گی اور اس سے نبی پر جفا ہوگی اور تمہاری ولایت اور امامت کا انکار کرے گی لیکن اس کے باوجود بھی پیغمبرؐ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ ان کے ساتھ گمراہ اور فتنے میں پڑے ہوئے جیسے مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے اور ان کی تکفیر نہ کی جائے۔

مسئیل سکیئہ

حیدرآباد، لطف آباد، پونٹ نمبر ۸-۱

کیا حضرت علیؑ اور ائمہ کیلئے شہادتِ ثالثہ دینا واجب ہے؟ ۹۳

اسی سلسلہ میں مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ پر مرقوم ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے بغاوت کرے گی اور تم میری زندگی کے دستور اور میری سنت پر جنگ کرو گے جو تم سے بغض اور دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہے اور تمہاری یہ ڈاڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوگی حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اپنی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (۱)

ابن کثیر بدایہ و نہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۰ پر رقمطراز ہیں کہ بیہقی نے فطر بن خلیفہ اور عبد العزیز بن سیاہ کے طریق سے اور ان دونوں نے حبیب بن ثابت کے توسط سے ثعلبہ جمانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو منبر پر فرماتے سنا:

خدا کی قسم نبی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میری امت میرے بعد تم سے بغاوت کرے گی بخاری نے کہا ہے کہ ثعلبہ بن زید جمانی کی اس حدیث میں اشکال ہے“
بیہقی کا کہنا ہے:

ہم نے یہی روایت دوسری سند کے ساتھ حضرت علیؑ سے الدلائل جلد ۶ صفحہ ۴۴۰ پر نقل کی ہے جس کو اپنے حافظہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ابو علی

۱. اسی حدیث کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۲۱۶ پر، متقی ہندی نے کنز العمال، جلد ۱۱، صفحہ ۲۹۷ اور صفحہ ۶۱۷، ابن اسامہ نے بغیۃ الباحث، صفحہ ۲۹۶ اور ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق میں جلد ۴۲، صفحہ ۴۴۸ پر نقل کیا ہے۔

روز باری نے انھوں نے ابو محمد بن شوزب واسطی سے انھوں نے شعیب بن ایوب سے انھوں نے عمرو بن عون سے انھوں نے ہشیم بن اسماعیل بن سالم سے انھوں نے ابو ادریس ازدی سے انھوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر نے مجھے جن چیزوں کے بارے میں بتایا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے خیانت کرے گی!

بیہقی کا کہنا ہے: اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف قیام اور ان کے قتل کرنے کے اقدامات کئے تھے۔

لیکن بیہقی کا سقیفہ میں پھٹکر خیانت کرنیوالوں کا دفاع اور حدیث کا ضعیف قرار دینا بے فائدہ ہے چونکہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور بہت متعصب سنی عالم ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

لیکن پیغمبر کا حضرت علی علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ ان سے فتنہ پرور لوگوں جیسا برتاؤ کرنا مرد اور دین سے خارج ہونے والا جیسا برتاؤ نہ کرنا یہ روایت ہمارے اور اہل سنت کے متعدد علماء نے نقل کی ہے۔

نیج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المؤمنین ذرا ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیں اور کیا آپ نے اس بارے میں رسول اللہ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پروردگار عالم نے یہ آیت نازل کی:

الم أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا
وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

کیا حضرت علیؑ اور ائمہ کیلئے شہادت ثالثہ دینا واجب ہے؟ ۹۵

”الم کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائیگا“

تو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو ہم میں یہ فتنہ برپا نہیں ہوا لہذا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ فتنہ کیا ہے جس کی آپ کو پروردگار عالم نے خبر دی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ میری امت میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہوگی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنگ احد میں جب کچھ مسلمان درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور میں شہادت سے محروم رہ گیا اور یہ چیز مجھ پر بہت شاق ہوئی تو کیا آپ نے اس وقت مجھے بشارت نہیں دی تھی کہ شہادت تمہارے انتظار میں ہے؟

آپ نے فرمایا:

ہاں ایسا ہی ہے تم کس طرح صبر کرو گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صبر کی منزل نہیں بلکہ شکر کا مقام ہے۔ آپ نے فرمایا اے علیؑ اس قوم کا اس کے اموال کے ذریعہ امتحان لیا جائے گا اور یہ لوگ خدا پر اپنے دین کا احسان جتائیں گے اور اس کی رحمت کی تمنا کریں گے اس کے سطوت و عذاب سے اپنے کو امان میں سمجھیں گے کاذب شبہات اور فضول خواہشات کے ذریعہ اس کے حرام کو حلال قرار دیں گے چنانچہ خمر کو نبید کے ذریعہ رشوت کو ہدیہ کے ذریعہ اور رباکو بیع کے ذریعہ حلال قرار دیں گے!

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت میں ان لوگوں کو کون میں شمار کروں دین سے خارج ہو جانے والوں میں یا فتنہ میں پڑنے والوں میں؟ آنحضرتؐ

نے فرمایا: ان کو فتنہ برپا کرنے والوں میں شمار کرنا۔

کتاب خصال صفحہ ۳۶۲ پر حضرت علیؑ کا یہ قول مروی ہے: رسول اللہ کی یہ بات مجھے یاد ہے کہ اے علیؑ اگر یہ قوم ایک دن تمہاری خلافت چھین کر کسی اور کے حوالے کر دے اور اس کام کے ذریعہ میری نافرمانی کرے تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ خود بات بن جائے یا درکھو کہ وہ لوگ ضرور بالضرورت تم سے غداری کریں گے لہذا تم ان کو اپنی ذلت اور خون خرابہ کا موقع نہ دینا کیونکہ جبرئیلؑ نے پروردگار عالم کی طرف سے مجھ تک یہ خبر پہنچائی ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے ضرور غداری کرے گی“

شرح نہج البلاغہ جلد ۹ صفحہ ۲۰۶ پر ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ یہ روایت پیغمبر اسلام ﷺ سے مروی ہے اور اس روایت کو کثرت کے ساتھ محدثین نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَتَبَ عَلَيْكَ جِهَادَ الْمُفْتُونِينَ
كَمَا كَتَبَ عَلَيَّ جِهَادَ الْمُشْرِكِينَ

”پروردگار عالم نے تمہارے اوپر اہل فتنہ سے جہاد اسی طرح واجب قرار دیا ہے جس طرح مشرکین سے جہاد کو میرے اوپر واجب قرار دیا ہے“

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ پھر میں آپ کے بعد ان اہل فتنہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کروں؟ فتنہ برپا کرنے والوں یا مرتد ہو جانے والوں کی طرح؟
آپ نے فرمایا: وہ لوگ فتنہ میں اس طرح سرگردان ہو جائیں گے کہ انھیں عدالت خود بخود دکھائی دے جائیگی۔

کیا حضرت علیؑ اور ائمہ کیلئے شہادت ثالثہ دینا واجب ہے؟ ۹۷

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان کو عدالت ہمارے ذریعہ ملے گی یا ہمارے علاوہ کسی اور کے ذریعہ ملے گی؟

آپ نے فرمایا: ان کو عدالت ہمارے ذریعہ ملے گی ہمارے ہی ذریعہ خدا نے عدالت کا آغاز کیا ہے ہم پر ہی اس کا اختتام گا اور ہمارے ہی ذریعہ شرک کے بعد خدا نے لوگوں کے دلوں کو توحید پر جمع کیا ہے اور ہمارے ہی ذریعہ فتنہ کے بعد دلوں کو متحد کرے گا۔
میں نے کہا:

الحمد لله على ما وهب لنا من فضله

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو اپنے فضل سے نوازا ہے۔

انھیں احادیث اور ان کے مانند دوسری احادیث کی بنیاد پر فقہاء شیعہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی امامت کی گواہی دینا یعنی شہادت ثالثہ اگرچہ اصول دین کا حصہ ہے لیکن ہم اس کے مخالف کو کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ لوگ منحرف ہو گئے اور ان کا اسلام ناقص ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ اختتام نبوت تک یہی دو شہادتیں تھیں تو اس سے تیسری شہادت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس شہادت کا اعلان مختلف مقامات اور مناسبتوں میں کیا ہے کہ انھیں میں سے ایک حدیث غدیر ہے جس کے صحیح ہونے پر شیعہ اور اہل سنت کا اتفاق ہے۔

مذکورہ مطالب سے مقالہ نگار کی اس بات کہ جناب خدیجہ ام المومنینؑ نے صرف شہادتین کے ذریعہ اسلام قبول کیا تھا کی وضاحت ہو گئی کیونکہ

جناب خدیجہ کے اسلام قبول کرتے وقت بلکہ تمام مسلمانوں کے مذہب اسلام اختیار کرتے وقت شہادتِ ثالثہ کا نہ کہا جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کی ولایت کی شہادت دینا یہ اسلام کا جزء نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانہ میں تمام مسلمانوں پر شہادتِ ثالثہ واجب نہیں ہوئی تھی اور جب اس کو سب کے لئے واجب قرار دیدیا گیا تو جس نے اس پر اعتراض کیا اور اس کا معتقد نہیں ہوا اس پر کفر کا حکم بھی نہیں لگایا گیا۔

اس کے علاوہ شیعہ اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کثرت کے ساتھ کہا کرتے تھے: "قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلَحُوا" یعنی (لا الہ الا اللہ کہو اور نجات پا جاؤ) (سیرۃ نبویہ ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۶۲ وغیرہ) کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ شہادتِ ثانیہ (اشہدان محمد رسول اللہ کہنا) اسلام کا جزء نہیں ہے!؟

ہاں یہ مطلب کہ ہم اذان اور اقامت میں امیر المومنین کی ولایت کی گواہی دیتے ہیں تو اس کو کسی فقیہ نے اذان اور اقامت میں واجب ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اگرچہ یہ ایمان کا رکن ہے بلکہ ہم اذان میں اس جملہ کو مستحب کی نیت سے کہتے ہیں اور اس کو پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کی گواہی کا تہمتہ سمجھتے ہیں کیونکہ جب بھی پیغمبر ﷺ کی نبوت کی گواہی دی جائے تو حضرت علیؑ اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ کی امامت کی شہادت دینا مستحب ہے۔

”صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا کیا
مطلب ہے؟

سوال ۲۹

جب قرآن کریم میں ”وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ ہے تو آپ درود میں ”بارک
وسلِّم“ کیوں نہیں کہتے؟

جواب ۲۹

ہمارے فقہاء اور دوسرے فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز میں تشہد میں پیغمبر اکرم
پر صلوات بھیجنا واجب ہے اور نماز کے علاوہ دوسرے مقامات پر مستحب ہے،
اسی طرح نماز میں آپ پر اس طرح سلام بھیجنا:

”السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته“ بھی مستحب
ہے لیکن اس آیت:

”یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ میں تسلیم کا مطلب سلام نہیں ہے بلکہ ”سلموا علیہ وسلموا تسلیما“ سے مراد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرو اور وہ جو حکم دیں اس کو مانو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ جیسا کہ ارشاد الہی ہوتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱)

”پس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں“

شیخ صدوق نے معانی الاخبار صفحہ ۳۶۸ پر ابی حمزہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يَاۤئِهٖا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلَّمُوْا تَسْلِيْمًا (۲)

”اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر (اور ان کی آل پر) درود بھیجتے ہیں تو اے ایماندارو تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو“ کے

”صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا کیا مطلب ہے؟ ۱۰۱

بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے صلوات کا مطلب رحمت ہے ملائکہ کی طرف سے صلوات کا مطلب تڑکیہ ہے اور لوگوں کی طرف سے صلوات کا مطلب دعا ہے لیکن آیت: ”وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔

بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ پر امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ:

اس سے مراد آپ پر صلوات بھیجنا اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کے سامنے اپنے سر کو تسلیم کر دینا ہے۔

احتجاج طبری جلد ۱ صفحہ ۷۷ پر مرقوم ہے کہ اس آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن آیت کا ظاہر یہ ہے کہ ان پر صلوات بھیجی جائے اور باطن یہ ہے کہ ”وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ یعنی جس کو انھوں نے اپنا وصی اور خلیفہ بنایا ہے اور تمہارے اوپر ان کو فضیلت دی ہے اور ان کے سلسلہ میں تم سے جو عہد لیا ہے اس کے سامنے تم اپنے سر کو بالکل جھکا دو۔

اسی بات کی تائید میں نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴ پر یوں رقمطراز ہیں کہ

اگر کوئی شخص کہے کہ تشہد میں آپ پر صلوات سلام سے جدا کیوں ہے؟

تو میں جواب دوں گا کہ تشہد سلام میں صلوات سے پہلے ہے اور وہ ”السلام

علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“ ہے۔

لہذا اصحاب نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا تھا یا رسول اللہ ہم

آپ پر سلام بھیجنا تو سیکھ گئے لیکن یہ بتائیے کہ آپ پر کیسے صلوات بھیجیں...

تو ہم پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجتے ہیں اور نماز میں ان کی آل کو ان کے ساتھ

شامل کرتے ہیں اور نماز کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی ان کو اسی طرح شامل کرتے ہیں جیسا کہ پیغمبر نے ہم کو حکم دیا ہے اور ان پر نماز میں ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ کہہ کر سلام پڑھتے ہیں اور اسی طریقہ سے پیغمبر پر ہم سلام بھیجتے ہیں جب ان کی زیارت ان کی قبر شریف کے پاس یا دور سے کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں۔

اس بنا پر نماز میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا صحیح ہے ہمارے بعض علمائے اسی کو کہا ہے اور اسی کو اپنی کتابوں میں تحریر بھی کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ ناقص سلام ہے اس لئے کہ یہ صرف سلام کی درخواست ہے خود سلام نہیں ہے بلکہ سلام کرنے سے ذہن میں آپ کو براہ راست اس طرح سلام کیا جانا آتا ہے: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ یا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، اور (وَسَلِّمْ) کہنا اس کے ناقص سلام ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبر کو سلام کرنے کی نذر کرے اور وہ اس جملہ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) کے ذریعہ آنحضرت ﷺ پر سلام بھیجتے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جس عبارت کے ذریعہ اہل سنت آنحضرت پر سلام بھیجتے ہیں یعنی ”صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ یہ ترکی کے عثمانی بادشاہوں کی ایجاد ہے کیونکہ پہلے اہل سنت علماء کے نزدیک نماز میں آپ کے اوپر صلوات میں آل کو شامل کرنا رائج تھا جیسا کہ ہم ان کے قدیم قلمی کتابوں میں دیکھتے ہیں لیکن ترکیوں نے (وآلہ) کو حذف کر کے صلوات کو

”صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا کیا مطلب ہے؟ ۱۰۳

ناقص بنا دیا لہذا اس کے آخر میں قافیہ صحیح کرنے کے لئے ”وسلم“ کا اضافہ کر دیا!

بہر حال اس بارے میں ہمارے لئے تو کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی ہے بلکہ آپ ضرور ایسی پانچ مشکلوں اور مصائب میں پھنس جائیں گے جن کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے:

۱. جس آل کو پیغمبر نے اپنی صلوات کے ساتھ مخصوص کیا اور ان کو اپنا قرین قرار دیا ہے تو کیا آپ لوگ نبی کے ساتھ غیر آل کو بھی شامل کرتے ہیں اس بدعت کے جواز پر آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے!؟

۲. آپ نماز میں صرف صلوات ابراہیمی کو پڑھتے ہیں؟ جبکہ حدیث نبی میں ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ ہم آپ پر کس طرح صلوات بھیجیں تو آپ نے اپنی آل کے ساتھ اپنے اوپر صلوات بھیجنے کا مطلق حکم دیا تھا تو پھر اس حکم نبوی (جو تعلیمی اور توقیفی ہے) کو تشہد سے مخصوص کرنے کی کوئی صورت نہیں نکلتی اور نہ ہی تشہد میں دوسری صلوات ایجاد کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

۳. آپ لوگ عام طور سے آنحضرت پر صلوات بھیجتے وقت آلہ کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ اصحاب کو رکھتے ہیں اور ان کو نبی کا قرین قرار دیتے ہیں جبکہ آپ کے پاس اس سلسلہ میں پیغمبر سے نقل شدہ ایک بھی حدیث نہیں ہے!

۴. آپ لوگ آل نبی پر صلوات بھیجتے وقت یہ نیت کرتے ہیں کہ اس

۱۰۴ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

سے مراد پیغمبر اکرم ﷺ کی پوری اولاد یعنی جناب فاطمہؑ حضرت علی اور اسی طرح بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب کی قیامت تک ساری اولاد شامل ہے اور ان میں سب کو آپ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ملا دیتے ہیں جبکہ یہ بات طے ہے کہ ان میں بعض ایسے افراد بھی تھے جو خدا اور رسولؐ کے دشمن تھے اور آج بھی ایسے افراد ہیں جو عیسائی ملحد، قاتل، فاسق اور اشرار ہیں تو پھر آپ نبی پر جو صلوات بھیجتے ہیں اس میں ان لوگوں کو شامل کر کے اپنی اس صلوات کو کیوں خراب کرتے ہیں کیونکہ یہ بات محال ہے کہ خداوند عالم ہم کو کفار اور فجار پر صلوات کا حکم دے اور ان کو پیغمبر اکرم ﷺ کا قرین قرار دے؟

حالانکہ یہ اعتراض ہلکے صلوات پر نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آل محمدؐ سے انہیں افراد کو مراد لیتے ہیں جن کو پیغمبر نے معین فرما دیا ہے یعنی حضرت علی، جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ، اور امام حسینؑ کی ذریت کے نوائے جن کی آخری فرد حضرت مہدیؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں اور ہمارے پاس ائمہ معصومین سے صحیح و متواتر احادیث موجود ہیں اور اسی طرح صحابہ سے بھی کچھ روایات مروی ہیں جن کو شیخ صدوق نے اور خزائمی نے اپنی کتاب میں تمام اسانید کے ساتھ صحابہ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعد بارہ امام ہیں اور وہی آپ کی عترت اور اہل بیت ہوں گے۔

۵۔ اگر آپ پیغمبر کے ساتھ صحابہ کو ملا کر ان پر صلوات بھیجنے کی مشکل کو کسی طرح حل بھی کر لیں تو کیا آپ کے لئے کسی قید و شرط کے بغیر تمام صحابہ پر درود و صلوات بھیجنا جائز ہے!؟

”صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ کا کیا مطلب ہے؟ ۱۰۵

چونکہ جب آپ کہتے ہیں (صلی اللہ وعلیٰ اصحابہ اجمعین) تو آپ ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو اس بات میں شامل کر لیتے ہیں اور ان کو پیغمبر کے ساتھ شمار کرتے ہیں جبکہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو عقبہ کی رات پیغمبر کو قتل کرنے کے درپے تھے اور انھیں لوگوں میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کا نفاق نص قرآن اور نص نبی سے ثابت ہے، ان میں ایک جماعت وہ بھی ہے جن کے بارے میں پیغمبر نے یہ گواہی دی ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز پیغمبر کا دیدار نہیں کریں گے، یہ لوگ ان کے بعد بدل جائیں گے دین سے پلٹ جائیں گے، ان کو حوض کوثر پر وارد ہونے سے روک دیا جائے گا اور انھیں جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا بلکہ بخاری نے تو یہاں تک روایت کی ہے کہ ان لوگوں میں سے جہنم سے چند انگشت شمار افراد نجات پائیں گے۔

جب ایسا ہے تو پھر آپ لوگ ان تمام لوگوں کو پیغمبر کے ساتھ ملا کر صلوات کیوں پڑھتے ہیں اور اس بدعت کے ذریعہ اپنی صلوات کو کیوں ضائع کرتے ہیں!؟

کیا عورتوں کے لئے نماز میں تکلف واجب ہے؟

سوال ۳۰

نماز میں مردوں کے لئے اگر ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے تو فرمائیے عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا ثبوت کس آیت میں ہے؟

جواب ۳۰

نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کو تکلف یا تکفیر کہا جاتا ہے یہ بدعت ہے اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے چاہے عورت رکھے یا مرد۔

جیسا کہ حدائق الناظرہ مؤلف محقق بحرانی جلد ۹ صفحہ ۱۰۱ پر منقول ہے کہ:

عن حریز عن رجل عن ابی جعفر قال:

لا تکفرا نما یصنع ذالک المجوس

یعنی امام محمد باقر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ

پر نہ رکھا کرو کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ کار ہے!

میں کہتا ہوں کہ اسی بات پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس کو خصال میں ابوبصیر اور محمد بن مسلم کے ذریعہ امام صادق سے اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: کوئی مومن نماز میں اپنے ہاتھوں کو نہ باندھے کیونکہ وہ خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ اہل کفر یعنی مجوسیوں کی شبابہت ہے۔

آیۃ اللہ خوئی کتاب الصلاة جلد ۴ صفحہ ۴۴۵ پر رقمطراز ہیں: یہ بات بالکل واضح و روشن ہے کہ تکفیر یعنی دونوں ہاتھ باندھنا یہ عمل عصر نبی میں نہیں تھا اگرچہ اس بارے میں غیر شیعہ روایات اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن یہ تمام کی تمام روایات صحیح نہیں ہیں کیونکہ اگر یہ عمل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج ہوتا تو اس سے کبھی واقف ہوتے حتیٰ بچہ بچہ جانتا ہوتا اور یہ نماز کے دوسرے افعال کی طرح کبھی کو معلوم ہوتا۔

چونکہ جس عمل کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں انجام دیا ہو اس کے اس طرح مخفی رہ جانے کا کوئی امکان نہیں ہے ورنہ لوگوں کا اس بارے میں ائمہ طاہرین سے سوال کرنے کا کیا مقصد اور ان کا اس کا جواب دینے کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ صحیح ابن جعفر میں آیا ہے کہ یہ (ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا) ایک طرح کا عمل ہے اور نماز میں عمل نہیں انجام دیا جاسکتا؟! یہ سوال و جواب اس وقت ہوئے جب وفات پیغمبر کے چند دن ہی گزرے تھے اس کے باوجود خود اہل سنت کے درمیان ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کے طریقہ میں بھی

کیا عورتوں کے لئے نماز میں تکلف واجب ہے؟ ۱۰۹

اختلاف ہے کہ آیا ناف کے اوپر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا چاہئے یا ناف کے نیچے ہاتھ رکھ کر؟!

ان باتوں کے باوجود اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہے جو عصرِ پیغمبر کے بعد ایجاد ہوئی ہے یا تو خلیفہ اول کے زمانہ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے یا خلیفہ دوم کے زمانہ میں اور خلیفہ دوم کے زمانہ والی بات صحیح نظر آتی ہے کیونکہ مؤرخین نے کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جب فارس کے اسیر خلیفہ دوم کے پاس لائے گئے اور انھوں نے ان کو ہاتھ باندھے کھڑے دیکھا تو سوال کیا کہ یہ اس طرح کیوں کھڑے ہیں تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ اپنے بادشاہوں کی اسی طرح تعظیم و تکریم کیا کرتے ہیں ان کو یہ چیز پسند آگئی تو انھوں نے اس عمل کو نماز میں بجالانے کا حکم دیدیا کیونکہ خداوند عالم سب سے زیادہ لائق تعظیم ہے۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے جواز پر اہل سنت کی بعض احادیث دلالت تو کرتی ہیں لیکن وہ احادیث ایک دوسرے کی متعارض اور متضاد ہیں اسی لئے بعض مذاہب اہل سنت جیسے مالکی نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے اور وہ ہاتھ باندھ کر نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

لیکن اگر سوال کرنے والے کا مقصد عورتوں کا نماز کی حالت میں سینہ پر ہاتھ رکھنا ہے تو اس کے متعلق اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ اسلام میں عورتوں کے وظائف مردوں سے مختلف ہیں اور ان وظائف کا مختلف ہونا ان کی عفت و پاکدامنی کو محفوظ کرنے کے لئے ہے ان ہی میں سے ایک سینہ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا ہے شیعہ حضرات کی کتابوں میں موجود روایات کے مد نظر یہ حکم اس

عمل (تکلف) سے جدا ہے جس کو اہل سنت بجالاتے ہیں شیعہ فقہاء کی نظر میں عورتوں کا اس حالت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ کیجئے جس کو شیخ صدوق نے کتاب خصال صفحہ ۵۸۵ پر نقل کیا ہے جس میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ: ”عورتوں پر کچھ چیزیں لازم نہیں ہیں جیسے اذان، اقامت، نماز جمعہ، نماز جماعت، مریض کی عیادت، شمع جنازہ میں شرکت، حالت احرام میں بلند آواز میں تلبیہ، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، حجر اسود کا بوسہ، خانہ کعبہ میں داخل ہونا، حج میں سر کے بال موٹنا... قیام کی حالت میں اپنے دونوں پیروں کا ملانا اور ہاتھوں کا سینہ پر رکھنا اور رکوع میں اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا...“

سبیل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، پوسٹ نمبر ۸۰۱

کیا جناب فاطمہ علیہا السلام امام حسین علیہ السلام کے حمل کے وقت
رنجیدہ رہتی تھیں؟

سوال ۳۱

مولانا مقبول احمد کی تفسیر میں ہے کہ جب امام حسینؑ اپنی والدہ گرامی کے بطن
میں تھے تو آپ رنجیدہ رہتی تھیں کیا یہ بات صحیح ہے؟ برائے مہربانی اس کی
وضاحت فرمائیں۔

جواب ۳۱

سوال کرنے والے کی مراد وہ روایت ہے جس کو شیخ کلینی نے اصول کافی جلد ۱
صفحہ ۴۶۴ پر امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ: جب جناب فاطمہؑ کے شکم
مبارک میں امام حسینؑ کا نور منتقل ہوا تو جناب جبرئیلؑ کچھ مدت کے بعد رسولؐ

کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور کہا کہ فاطمہ علیہا السلام کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کر دے گی، چنانچہ جب امام حسین علیہ السلام شکم مادر میں آئے تو جناب فاطمہ علیہا السلام دل برداشتہ رہتی تھیں اور جب آپ کی ولادت ہوئی تب بھی آپ دل برداشتہ تھیں۔

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: دنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی گئی جس کے یہاں لڑکا پیدا ہو اور اس کو خوشی نہ ہو اور وہ دل برداشتہ رہے لیکن چونکہ جناب فاطمہ علیہا السلام کو یہ معلوم تھا کہ آپ کے اس بیٹے کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا جائے گا لہذا آپ کو خوشی نہیں ہو رہی تھی اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ
كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ
شَهْرًا... (۱)

”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے...“

کافی جلد ۱ صفحہ ۶۲ پر امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کیا جناب فاطمہؑ امام حسینؑ کے حمل کے وقت رنجیدہ رہتی تھیں؟ ۱۱۳

نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھ سے کہا اے محمد پروردگار عالم آپ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوگا اور اس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کر دے گی تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل میرے پروردگار کی بارگاہ میں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ مجھے ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جو بطن فاطمہؑ سے ہو اور اس کے بعد میری امت اس کو قتل کر دے جبرئیل آسمان پر گئے اور دوبارہ واپس آئے اور انھوں نے پیغمبر اسلام ﷺ سے پھر یہی بات کہی تو آپ نے فرمایا:

اے جبرئیل میرے پروردگار کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور یہ عرض کرنا کہ مجھے ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جس کو میرے بعد میری امت قتل کر دے جبرئیل یہی پیغام لے کر پھر آسمان پر گئے اور پھر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ وہ پروردگار اس کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصیت کو قرار دے گا تو آپ نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔

پھر آپ نے جناب فاطمہؑ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ رب کریم نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ عنقریب تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو میرے بعد میری امت قتل کر دے گی تو شہزادی نے اس کے جواب میں یہ کہلایا کہ مجھ کو ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کر دے تو آنحضرتؐ نے یہ پیغام بھیجا کہ پروردگار نے اس کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصایت کو رکھا ہے جس کو سن کر شہزادی نے کہا کہ میں راضی

ہوں جس کے بعد آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

حَمَلْتَهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعْتَهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ
وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ
أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ
أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ
وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي
فِي ذُرِّيَّتِي... (۱)

”اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کے جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر یہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو جائے اور میری ذریت میں بھی صلاح و تقویٰ قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں“

اس کے بعد امامؑ فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرتؐ یہ نہ فرماتے: ”اصحح لی فی ذریتسی“ تو آپ کی پوری ذریت امام ہوتی“ (یہ دونوں روایات کامل الزیارات صفحہ ۱۳۲ پر مرقوم ہیں)

کیا جناب فاطمہؑ امام حسینؑ کے حمل کے وقت رنجیدہ رہتی تھیں؟ ۱۱۵
 قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ سوال کرنے والے نے بڑی ہوشیاری کے
 ساتھ اس میں تحریف کی ہے اور پوری حدیث شریف سے صرف (کسرہت
 حملہ) سے اپنے مطلب کی بات اخذ کی ہے اور امام جعفر صادقؑ کی تفسیر کو ترک
 کر دیا ہے اور شہزادی کائنات اور ائمہ طاہرینؑ اور انکی ذریت کی عظیم منقبت
 سے چشم پوشی کی ہے۔

اہل بیتؑ کے فضائل میں تحریف کا یہ ایک نمونہ تھا جو دشمنوں نے اپنایا ہے
 ان کے اس طرح کے نہ جانے کتنے کام ہیں جو تاریخ کے اوراق پر ثبت و درج
 ہیں اس کے مقابل جن کو انھوں نے اپنا آئیڈیل اور رہنما بنایا ان کے عیوب پر
 پردہ ڈال دیا اور ان کے فسق و فجور کو تقویٰ اور ان کے کفر کو ایمان سے تعبیر
 کیا ہے۔

کیا جناب فاطمہ علیہا السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں؟

سوال ۳۲

قرآن، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہتا ہے ”وینسا تک“ یعنی اپنی بیٹیوں سے، اور بنات جمع کا صیغہ ہے تو آپ لوگوں نے قرآن کے حقیقی معنی کو کیوں ترک کر دیا اور صرف یہ کیوں کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف بیٹی جناب فاطمہ علیہا السلام تھیں اور آپ نے بقیہ بیٹیوں کو ان کی ربیبہ کہہ کر ان کا انکار کیوں کر دیا!

جواب ۳۲

پہلی بات تو یہ کہ اس آیت:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ

الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ
أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا (۱)

”اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شناخت یا شرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ دی جائے گی اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے“

آیت میں جو بنات کا صیغہ جمع کی شکل میں استعمال ہوا ہے یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ پیغمبر کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔ چونکہ جو قضیہ فرض کیا گیا ہے اس کا واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے۔

بلکہ یہ ایک عام تعبیر ہے جس سے خاص مراد لیا گیا ہے اور اس طرح کی آیات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے آیہ مبالغہ میں ارشاد فرمایا:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَانَنَا وَأَبْنَاتِكُمْ وَنِسَانَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (۲)

کیا جناب فاطمہ زہراؑ نبی اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں؟ ۱۱۹

”پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ جتتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں“ اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں پر ”انفس“ سے مراد جو جمع کا صیغہ ہے نبیؐ اور علیؑ ہیں ”نساء“ سے مراد جو جمع کا صیغہ ہے صرف جناب فاطمہؑ ہیں اور ”ابناء“ یہ بھی جمع ہے اور اس سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس سلسلہ میں علمائے شیعہ کے درمیان دو نظریات پائے جاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ:

رقیہ، زینب اور ام کلثوم نبی کریمؐ کی بیٹیاں تھیں۔

اور بعض لوگوں کا نظریہ ہے:

یہ جناب خدیجہؑ کی بہن جناب ہالہ کی بیٹیاں اور نبیؐ کی پروردہ تھیں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا جناب خدیجہ نے ان کو پالا تھا۔

اور وہ لوگ یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ جناب خدیجہ شادی کے وقت دو شیزہ اور پاکیزہ تھیں اور نبیؐ سے پہلے آپ نے کسی سے شادی نہیں کی تھی۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ پر نقل کیا ہے کہ:

احمد بلاذری اور ابوالقاسم کوفی نے اپنی اپنی کتابوں میں مرتضیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر نے تلخیص میں یہ روایت کی ہے کہ جب نبیؐ نے جناب خدیجہ

۱۲۰ رسالہ ہمیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

سے شادی کی تو آپ دو شیزہ اور غیر شادی شدہ تھیں اور اس بات کی تائید ان دو کتابوں الانوار اور البدع سے ہوتی ہے کہ رقیہ اور زینب دونوں جناب خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور اس نظریہ کے قائل افراد نے تاریخ، حدیث اور علم انساب کی کتابوں سے اپنی دلیلیں بیان کی ہیں (۱)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو بخاری نے اپنی صحیح جلد ۵ صفحہ ۱۵ پر نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

نافع سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک سال حج کرتے ہو اور ایک سال عمرہ کرتے ہو اور راہ خدا میں جہاد نہیں کرتے ہو جبکہ تم جانتے ہو کہ خدا نے اس کی طرف کتنی رغبت دلائی ہے؟

انھوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا، نماز، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج بجالانا تو اس نے کہا:

اے ابو عبد الرحمن کیا تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں سنی ہے:

وَأَنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا

بَيْنَهُمَا فِئَانٌ بَغْتٌ أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرَى

۱. رجوع فرمائیے کتاب بنات النبی ام ربانیہ تالیف سید جعفر مرتضیٰ عاملی ضمیمہ کتاب خلفیات کتاب مآساة الزہراء، جلد ۲، صفحہ ۱۱۲۹ اور انھیں کی کتاب اسح من السیرة، جلد ۶، صفحہ ۲۳

کیا جناب فاطمہ زہراؑ نبی اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں؟ ۱۲۱

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبَغَى حَتَّى تَفِيءَ اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ (۱)

”ایمان والوں خبردار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی کبھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے کہ شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے بھی نہ دینا اور برے برے القاب سے یاد نہ کرنا“

نیز ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيُكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ

فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ (۲)

”اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں تو ظالمین کے علاوہ کسی پر زیادتی جائز نہیں ہے“

عمر نے کہا: ہم نے زمانہ پیغمبر میں اس وقت جہاد کیا جب مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور دین کے متعلق ان کا امتحان ہو رہا تھا کہ یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا ان کو سزا دی جائے لیکن اب چونکہ اسلام پھیل چکا ہے لہذا ان کے امتحان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اس نے کہا علیؑ اور عثمانؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابن عمر نے کہا کہ عثمان کو خدا نے معاف کر دیا ہے لیکن تم لوگ ہو جنہوں نے ان کو معاف نہیں کیا ہے! اور رہی علیؑ کی بات تو وہ رسول

اللہ ﷺ کے ابن عم اور ان کے داماد ہیں اور پھر اپنے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ان کا گھر ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو“

ابن عمر اس وقت ہاتھ سے حضرت علیؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے یہ بتانا چاہ رہے تھے کہ وہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن عمر نے حضرت علیؑ کو نبی کریم ﷺ کا داماد بتایا عثمان کو نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ عثمان کی پروردہ کے شوہر تھے آپ کی حقیقی بیٹی کے نہیں!

کر بلا کے بعد اہل بیت ؑ کی خواتین کا طرز عمل

سوال ۳۳

پیغمبر اکرم ﷺ کی عمرت میں سے کر بلا میں امام زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہ گیا تھا صرف کچھ عورتیں اور بچیاں تھیں آپ یہ بتائیے کہ ان عورتوں نے کس سے شادی کی؟

جواب ۳۳

شہدائے کر بلا کی کچھ خواتین نے اپنے شوہروں کی شہادت کے بعد اصلاً شادی نہیں کی اور بعض عورتوں اور لڑکیوں نے شادی کی اس کی تفصیل سیرت، تاریخ اور انساب کی کتابوں میں موجود ہے۔

کیا امام زین العابدین علیہ السلام نے کسی زن ہاشمی
سے شادی کی تھی؟

سوال ۳۴

کیا امام زین العابدین علیہ السلام نے کسی علوی سیدانی سے شادی کی تھی؟ ان کا نام
بتائیے؟

سوال ۳۵

اور اگر آپ نے علوی سیدانی سے شادی نہیں کی تھی تو آپ نے خدا کے اس
فرمان:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ
عِبَادِكُمْ وَأَمَّاكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ

۱۲۶ رسالہ جمیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۱)

”اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنا دے گا کہ خدا بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے“ پر عمل کیوں نہیں کیا اور کیا نبی کریم کی عترت قرآن پر عمل نہیں کرتی تھی؟

جواب ۳۲ ، ۳۵

مسلمانوں میں کسی فقیہ نے یہ فتویٰ نہیں دیا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاشمی کے اوپر یہ واجب ہے کہ وہ ہاشمی اور صرف سیدانی سے ہی شادی کرے جیسا کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی غیر ہاشمی خواتین سے شادی کی تھی جبکہ آپ دنیا کے ہر شخص سے بہتر قرآن کریم پر عمل پیرا تھے اس کے باوجود بھی یہ واضح رہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے سیدانی و ہاشمی خاتون سے شادی کی اور آپ کا نام جناب فاطمہ بنت حسن علیہ السلام تھا اور آپ ہی امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی ہیں جن کو آپ نے صدیقہ کا لقب دیا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ صدیقہ تھیں اور آل حسن علیہ السلام میں کسی کا مرتبہ ان کے برابر نہیں ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: ”میری والدہ گرامی ایک دیوار کے

کیا امام زین العابدینؑ نے کسی زن ہاشمی سے شادی کی تھی؟ ۱۲۷
 نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں کہ وہ دیوار گرنے لگی اور ہم نے ایک خطرناک آواز سنی
 تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا: لاَوْحَقُّ الْمُصْطَفَىٰ حضرت
 مصطفیٰ کے حق کی قسم ابھی تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے چنانچہ وہ
 دیوار اسی طرح معلق رہی یہاں تک کہ آپ وہاں سے ہٹ گئیں“ ملاحظہ کیجئے
 اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۹۔

کیا حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا
مجبوری کی حالت میں؟

سوال ۳۶

کتاب احتجاج طبری صفحہ ۵۳ طبع نجف اشرف میں ہے:

”ثُمَّ تَنَاوَلَ يَدَ أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ“ پھر آپ نے اپنا ہاتھ ابو بکر کی طرف
بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی آپ ہم کو اس کے متعلق یہ بتائیے کہ کیا یہ ظاہری
اور بناوٹی بیعت تھی اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کیا گیا تھا اگر ایسی بات
ہے، یہ امام برحق کے شایان شان نہیں ہے اور اگر واقعاً بیعت کی تھی تو پھر اس
کے بعد شیعہ اور سنی کے درمیان میں کوئی اختلاف ہی باقی نہیں رہ جاتا؟

جواب ۳۶

اس سے متعلق ہماری تمام کتابوں میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں سے ابو بکر کی بیعت زبردستی لی گئی تھی اور ہمارے مخالفین اسی کو اپنی قضاوت کا معیار قرار دیتے ہیں۔

جبکہ اگر ان سے سوال کیا جائے کہ اگر کسی آدمی سے اسلحہ کے زور پر اور زبردستی کوئی معاملہ کیا جائے اس کا شرعی حکم کیا ہے تو سب یہی کہیں گے کہ یہ معاملہ باطل ہے۔

جب کسی چیز کا زبردستی معاملہ کرنا باطل ہے تو پھر بیعت جس کا معاملہ ہزاروں معاملوں سے زیادہ اہم ہے وہ باطل نہیں ہوگی!؟

شیخ صدوقؒ نے کتاب خصال کے صفحہ ۳۶۱ پر اپنی سند سے عثمان بن مغیرہ سے اور زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ: جن لوگوں نے حضرت علیؑ پر مقدم ہونے اور منصب خلافت کی بنا پر ابو بکر کی مخالفت کی تھی وہ مہاجرین و انصار کے بارہ افراد تھے مہاجرین میں خالد بن سعید بن عاص، مقداد بن اسود ابی بن کعب، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، عبد اللہ بن مسعود اور بریدہ اسلمی تھے اور انصار میں خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، سہل بن حنیف، ابو ایوب انصاری اور ابوہشیم بن تیہان وغیرہ تھے۔

جب وہ (ابو بکر) منبر پر گئے تو ان لوگوں نے اس کے بارے میں مشورہ

کیا حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟ ۱۳۱
 کیا چنانچہ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو پیغمبر ﷺ کے منبر سے نیچے اتار لینا
 چاہئے لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ ایسا کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور
 خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَلْقُوا أَيَّدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

”اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو“

لہذا اس سلسلہ میں ہم حضرت علیؑ سے مشورہ کرنا چاہئے اور ان کے حکم کے
 مطابق عمل کرنا چاہئے۔

چنانچہ وہ سب حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المؤمنینؑ
 آپ نے اپنے اس حق کو کیوں چھوڑ دیا جس کے آپ حقدار تھے ہم اس شخص کو
 منبر رسول سے کھینچنا چاہتے ہیں کیونکہ خلافت آپ کا حق ہے اور اس منصب
 کے لئے آپ ہی اس سے زیادہ اولیٰ و سزاوار ہیں اور ہم نے آپ کے مشورہ
 کے بغیر اس کو منبر سے اتارنا مناسب نہیں سمجھا تو مولائے کائنات علیؑ نے
 فرمایا کہ:

اگر تم ایسا کرتے تو ان کیلئے جنگ کرنے کا موقع فراہم ہو جاتا اور
 تمہاری تعداد کا آنکھ میں سرمہ یا کھانے میں نمک کی طرح خاتمہ ہو جاتا چونکہ
 اس امت نے قول رسولؐ کو بھلا کر اور اپنے رب کی بات جھٹلا کر ابوبکر
 کا انتخاب کر لیا ہے اور میں نے اس سلسلہ میں اپنے اہل خانہ سے مشورہ کیا
 ہے تو انہوں نے سکوت کے علاوہ اور کوئی مشورہ نہیں دیا کیونکہ تم لوگ جانتے
 ہو کہ ان لوگوں کے سینے بغض خدا اور بغض اہل بیتؑ نبیؐ سے بھرے ہوئے

ہیں اور تم اس بات سے بھی بخوبی واقف ہو کہ وہ لوگ جاہلیت کا پرچم لہرانا چاہتے ہیں۔

لہذا خدا کی قسم اگر تم ایسا کر گزرتے تو وہ لوگ اپنی تلواروں کو کھینچ کر تم سے جنگ و جدال کیلئے تیار ہو جاتے اور تمہارے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتے جیسا انہوں نے میرے ساتھ برتاؤ کیا ہے اور مجھ پر یہاں تک زور ڈالا کہ بیعت کرو، ورنہ ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے اور میرے پاس اس قوم سے اپنا دفاع کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا اور اس وقت مجھے رسول خداؐ کا یہ قول یاد آیا کہ:

”اے علیؑ! یہ قوم تم سے عہد شکنی کرے گی اور تمہارے بارے میں میری بات کی نافرمانی کر کے تم پر ظلم و تشدد کرے گی لہذا تم حکم الہی کے پہنچنے تک صبر کرنا یاد رکھو کہ یہ لوگ تم سے ضرور غداری کریں گے لہذا تم ان کو خون بہانے کا موقع نہ دینا کیونکہ یہ امت میرے بعد تم سے غداری کرے گی اور اس بات کی اطلاع مجھے جبرئیل امین نے میرے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دی ہے۔“

لیکن تم سب ان کے پاس جاؤ اور تم نے اس سلسلہ میں جو نبی کریم ﷺ سے سنا ہے وہ ان کے سامنے بیان کرو تا کہ ان کے پاس کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہ جائے اور ان پر جھت تمام ہو جائے اور جب وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں تو پھر نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی اور ان کے اوامر کی مخالفت کی وجہ سے ان کی عقوبت میں کسی طرح کی کمی نہ ہو۔ زید کا کہنا ہے کہ چنانچہ جمعہ کے

کیا حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت بخوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟ ۱۳۳
 دن وہ سب لوگ گئے اور منبر رسول ﷺ کو اپنے حلقہ میں لیکر بیٹھ گئے اور
 مہاجرین سے کہا کہ اے مہاجرین! اللہ قرآن مجید میں تم کو تمام مسلمانوں پر
 مقدم قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
 وَالْأَنْصَارِ (۱)

”اللہ نبی مہاجرین اور انصار کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے اور اس میں تم سے
 ابتدا کی گئی ہے“

چنانچہ جس شخص نے سب سے پہلے بولنا شروع کیا وہ خالد بن سعید بن
 عاص تھے انھوں نے اپنی بنی امیہ کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے کہا:

اے ابو بکر خدا سے ڈرو اور خوف خدا پیدا کرو تمہیں معلوم ہے کہ علیؑ
 کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے کیا فرمایا ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ جب
 بنی قریظہ کے دن ہم پیغمبر اکرم ﷺ کو حلقہ میں لئے ہوئے بیٹھے تھے تو
 آنحضرت ﷺ نے ہمارے بزرگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ
 ”اے گروہ مہاجرین و انصار میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں لہذا تم اسے
 اچھی طرح ذہن نشین کر لو میں تمہیں جو حکم دینے جا رہا ہوں اس کو تمہارے دل سے
 قبول کر لو آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ میرے بعد تمہارے امیر اور میرے جانشین ہیں
 اور مجھ کو اس بات کی خبر میرے پروردگار نے دی ہے، اور اگر تم نے میرے اس

حکم پر عمل نہ کیا ان کے دامن سے وابستہ نہ رہے ان کی مدد نہ کی تو پھر تمہارے دین کے احکام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم پر اثر ار مسلط ہو جائیں گے یاد رہے کہ میرے اہل بیت ہی میرے امر کے وارث ہیں اور یہی میرے حکم کے مطابق امت کو چلانے والے ہیں بار الہا جو شخص ان لوگوں میں سے میرے حکم پر عمل کرے اس کو میرے زمرہ میں محشور فرمانا تا کہ وہ میری ہمراہی سے بہرہ مند ہو....“

لیکن سوال کرنے والے نے کتاب احتجاج سے صرف ایک فقرہ نقل کر کے بڑی ہوشیاری کے ساتھ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے یہ جملہ احتجاج طبری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ دارالنعمان نجف اشرف تحقیق سید خراسان میں اس طرح مرقوم ہے:

”پھر وہ حضرت علی علیہ السلام کو رسی میں باندھ کر ابو بکر کے سامنے لائے عمران کے سر پر تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن جراح، سالم، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن حنیفر، بشیر بن سعد اور دوسرے تمام لوگ ابو بکر کے ارد گرد مسلح بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری و ساری تھے کہ خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تمہارے ہاتھ مجھ تک نہیں پہنچ پاتے خدا کی قسم یہ سب کچھ میرے پاس تلوار نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے خدا کی قسم جن مشقتوں کو میں سہہ رہا ہوں ان کی وجہ سے میں اپنے نفس کی ملامت نہیں کر رہا ہوں اگر مجھے صرف چالیس افراد مل جاتے تو تمہاری جماعت کو درہم و برہم کر دیتے خدا اس قوم پر لعنت کرے جس نے

کیا حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟ ۱۳۵
میری بیعت کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔

اس وقت عمر نے خوفناک آواز میں کہا: بیعت کرو؟ علیؑ نے کہا: اگر
بیعت نہ کروں تو؟

عمر نے کہا ہم تم کو ذلیل و رسوا کر کے قتل کر دیں گے؟ علیؑ نے کہا: اگر تم
ایسا کرو گے تو ایک خدا کے بندہ اور پیغمبر خدا ﷺ کے بھائی کے قاتل قرار
پاؤ گے۔ ابوبکر نے کہا: بندہ خدا تو صحیح ہے لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کے بھائی
ہونے کو قبول نہیں کرتے ہیں علیؑ نے کہا: کیا تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ
رسول اللہ نے مجھ سے عقد اخوت پڑھا تھا؟ علیؑ نے اس بات کی تین مرتبہ
تکرار کی اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم
نے غدیر خم کے دن رسول خدا کا یہ فرمان نہیں سنا، کیا تم نے غزوہ تبوک میں یہ
بیان نہیں سنا تھا...؟ علیؑ نے پیغمبر اکرم کی اپنے بارے میں بیان کی جانے
والی تمام باتیں بیان کیں۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا: اے زبیر اے سلمان اور اے مقداد
میں تمہیں خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ کو مجھ
سے یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ فلاں فلاں یعنی پانچ لوگوں نے اپنے نام عہد نامہ
تحریر کیا ہے اور انھوں نے جو کام آج انجام دیا ہے اس پر ہم پیمانہ ہوئے تھے؟
انھوں نے جواب دیا: ہاں ہم نے آپ کے بارے میں ایسا فرماتے ہوئے سنا
ہے، میں (علیؑ) نے آپ سے پوچھا تھا کہ: میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں اس وقت کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں ساتھی اور مدگار مل جائیں تو ان کا مقابلہ کرنا اور اگر تمہیں ساتھی اور اعوان نہ ملیں تو بیعت کے ذریعہ اپنی جان کی حفاظت کرنا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم جن لوگوں نے میری بیعت کی تھی اگر ان لوگوں میں سے مجھے چالیس آدمی بھی مل جاتے تو میں راہ خدا میں اور برائے خدا جہاد کرتا، اور خدا کی قسم تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی قیامت تک خلافت کو نہیں پاسکتا۔

پھر آپ نے بیعت کرنے سے پہلے با آواز بلند فرمایا:
 اَبْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْنِي وَكَادُوْا
 يَقْتُلُوْنِي

”اے میرے بھائی اس قوم نے مجھے ضعیف بنا دیا ہے یہ اس وقت میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں“

اس کے بعد ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی، زبیر سے کہا گیا اب تم بھی بیعت کر لیکن انھوں نے انکار کیا عمر خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ نے ان کو دھکا دیا اور ان لوگوں نے ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کو زمین پر مار کر توڑ دیا، جب عمران کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا تو زبیر نے کہا: اے صہاک کے بیٹے اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تو میرے قریب بھی نہ آتا پھر اس کے بعد انھوں نے بیعت کر لی۔

مسلمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو پکڑا اور میری گردن کو

کیا حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟ ۱۳۷
 دبا یا قریب تھا کہ میرا دم گھٹ جائے تو پھر انھوں نے مجھ کو چھوڑا اس کے بعد
 میرے ہاتھ کو مروڑا پھر مجھ سے بھی زبردستی ان کی بیعت لی گئی اور اسی طرح
 ابو ذر و مقداد سے بھی زبردستی بیعت لی گئی۔“

طبرسی نے ”احتجاج“ میں اسی کی مانند روایت شیخ صدوق کی کتاب خصال
 سے دوسری سند کے ذریعہ امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے۔

قارئین کرام آپ اس مقالہ نگار کی چال بازی اور ہوشیاری دیکھیں کہ
 انھوں نے بیعت مولائے کائنات کو کس طریقہ سے اختیاری بیعت بنا ڈالا اور
 اس روایت میں سے ایک جملہ اخذ کر لیا جبکہ یہ پوری روایت اس بات کی
 واضح دلیل ہے کہ آپ سے زبردستی بیعت لی گئی تھی اس بات کی تائید انھیں کی
 کتابوں سے ہوتی ہے جیسا کہ ابن عبد ربہ نے عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۶۴ پر یہ
 عنوان قائم کیا ہے: ”الذین تخلفوا عن بیعة ابی بکر“ ”جن لوگوں نے
 ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا وہ کہتے ہیں کہ: ”علیؑ، عباس، زبیر جناب
 فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ابو بکر نے عمر بن خطاب کو
 بھیجا تا کہ ان کو جناب فاطمہؑ کے گھر سے نکال کر لے آئیں اور کہا اگر وہ
 لوگ انکار کریں تو ان کو قتل کر دینا اور ان سے جنگ کرنا۔“

عمر آگ لے کر ان کے گھر کو جلانے کے لئے آئے، جناب فاطمہؑ
 نے ان کو روکتے ہوئے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو جلانے
 آیا ہے انھوں نے کہا ہاں، لیکن اگر آپ اس بات کا اقرار کر لیں جس کا امت
 نے اقرار کر لیا ہے یہ سن کر حضرت علیؑ گھر سے نکل کر ابو بکر کے پاس آئے

اسی طرح بلاذری نے انساب الاشراف جلد ۱ صفحہ ۵۸۶ اور ۵۸۷ پر متعدد روایات نقل کی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ ان لوگوں نے زبردستی حضرت علیؑ سے بیعت لی تھی ان میں سے ذیل میں چند روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱. ابن عباس سے مروی ہے: جب حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا تو ابو بکر نے عمر بن خطاب کو بھیجا اور کہا کہ ان کو زبردستی میرے پاس لے کر آؤ جب حضرت علیؑ آگئے تو ان کے درمیان گفتگو ہوئی اور حضرت علیؑ نے فرمایا: خلافت کا صرف اتنا دودھ دو ہو جتنا تمہارا حصہ ہے خدا کی قسم تم آج خلافت پر اس لئے جان دے رہے ہو تا کہ تم کل اس خلافت کے مالک بن جاؤ۔۔۔) پھر ابو بکر کے پاس گئے اور ان کی بیعت کر لی۔۔۔

۲. عدی بن حاتم سے مروی ہے: مجھے کسی پر اتنا رحم نہیں آیا جتنا علیؑ پر اس وقت آیا جب ان کو رسی میں باندھ کر لایا گیا اور ان سے کہا گیا بیعت کرو انہوں نے کہا اگر نہ کروں تو؟ ان لوگوں نے جواب دیا پھر ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ایک بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کرو گے؟ پھر آپ نے اس طرح بیعت کی کہ آپ کا دایاں ہاتھ بند تھا۔

۳. ابی عون سے مروی ہے: ابو بکر نے حضرت علیؑ کے پاس بیعت کیلئے بھیجا مگر آپ نے بیعت نہیں کی جب عمر آگ لیکر آئے تو جناب فاطمہؑ نے دروازے کے پیچھے سے کہا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو میرے اوپر میرا دروازہ گرا دے گا؟ عمر نے کہا: ہاں کیونکہ اس سے آپ کے باپ کے دین کو تقویت

کیا حضرت علیؑ نے ابو بکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟ ۱۳۹

ملے گی پھر حضرت علیؑ آئے اور انھوں نے بیعت کی۔

۴. حمران بن اعین نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم حضرت علیؑ نے اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک آپ کو اپنے گھر سے اٹھتا ہوا دھواں نہیں دکھائی دیا۔

مصنف: ہمارا کہنا یہ ہے کہ مخالفین اچھی طرح اس بات کو جانتے ہیں کہ جو بیعت زبردستی اور جبر و اکراہ کے ساتھ لی جاتی ہے وہ شرعاً باطل ہے، اور انسان سے زبردستی لئے جانے والا عمل اس کا نہیں ہوتا ہے لہذا جس کی زبردستی بیعت لی جائے وہ شرعی خلیفہ نہیں ہو سکتا، اور ابو بکر کی بیعت شروع میں تو خفیہ اور حیلہ سے لی گئی پھر تلوار سے ڈرا دھمکا کر لی گئی اسی لئے عمر نے کہا تھا کہ یہ بیعت ناگہانی ہوئی تھی۔

اسی وجہ سے تلوار کی نوک پر بیعت لینا ایک سنت بن گئی اور تلوار سے غلبہ حاصل کر لینے والی خلافت کو بھی قانونی کہا جانے لگا، اسی راستے اور اسی بدعت پر تمام خلفاء چلتے رہے اور انھوں نے اسی طرح لوگوں کو اپنی بیعت پر مجبور کیا اور ان میں سے کسی نے بھی یہ روش تبدیل نہیں کی سوائے امیر المومنین حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسنؑ کے صرف یہی دو بزرگوار تھے جنھوں نے لوگوں کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے لوگوں کو بالکل چھوٹ دیدی تھی کہ جو بیعت کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جو نہ کرنا چاہے اسے اختیار ہے۔

حضرت علیؑ کے اس قول (شوریٰ مہاجرین و انصار کیلئے ہے) کی وضاحت

سوال ۳۷

نیج البلاغ طبع مصر صفحہ ۸ پر یہ عبارت درج ہے:

إِنَّمَا الشُّورَىٰ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
اجْتَمَعُوا عَلَىٰ رَجُلٍ سَمَّوْهُ إِمَامًا

”شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے اگر وہ کسی شخص کے بارے میں اجماع کر لیں تو اس کو اپنا امام بنا لو اسی میں رضائے خدا ہے“ تو کیا یہ بات آپ کے مذہب کے موافق ہے؟

سوال ۳۸

جب آپ کے امام حضرت علیؑ فرما رہے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کی بیعت خدا کی خوشنودی ہے تو پھر آپ اس سے کیوں منہ پھیرتے ہیں اور اس پر کیوں راضی نہیں ہوتے؟

جواب ۳۷، ۳۸

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولائے کائنات کا یہ جملہ اس خط سے ماخوذ ہے جو آپ نے معاویہ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّهُ بَايَعُنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ
وَعُمَرَوَ وَعُثْمَانَ عَلَيَّ مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ
لِلشَّاهِدَانِ يَخْتَارُ وَلَا لِلغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ،
وَأَنَّ مَا الشُّورَى لِسْمِهَا جَرِينٌ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنْ
اجْتَمَعُوا عَلَيَّ رَجُلٌ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ
ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ
بَطْنٌ أَوْ بَدْعَةٌ رُدُّوهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبَى
فَاتْلُوهُ عَلَيَّ أَتْبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
وَوَلَاةِ اللَّهِ مَا تَوَلَّى. وَ لَعَمْرِي يَا مُعَاوِيَةَ لَئِنْ
نَظَرْتُ بِعَقْلِكَ دُونَ هَذَا كَأَنَّكَ لَتَسْجُدُنِي

صبراً و لطفاً
ابو یونس
۱۲۸

أَبْرَأَ النَّاسَ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ أَنِّي كُنْتُ
فِي عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنَّبَنِي، فَتَجِنُّ
مَا بَدَأَ لَكَ وَالسَّلَامُ

”معاویہ ابن ابی سفیان کے نام: جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انھوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اس بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو بروقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایسا کر لیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی، اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا، الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرف واپس لائیں گے، جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں گے کیونکہ وہ مومنوں کے طریقہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر سے وہ پھر گیا ہے، اللہ بھی اسے اُدھر ہی پھیر دے گا۔

اے معاویہ میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور ہو کر عقل کی نظر سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے، مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام“ اور نصر بن مزاحم کی کتاب صفین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۱ پر ہے کہ نمیر بن وعلہ نے عامر بن شعبی سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ ابصرہ سے آئے تو انھوں نے جریر کو ہمدان سے کوفہ بلایا اور جب آپ نے معاویہ کی طرف اپنا ایک

اپنی بھیجنا چاہتا تو آپ سے جریر نے کہا کہ آپ مجھے بھیج دیں میں اس کو اس بات کے ماننے پر راضی کر لوں گا اور وہ آپ کے گورنروں میں سے ایک گورنر بن جائے گا اور آپ کی اطاعت کی طرف اہل شام کو بھی دعوت دوں گا اور آپ ان لوگوں کو بالکل میرے ہم وطن اور میری قوم کی طرح پائیں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

مالک اشتر نے حضرت علیؑ سے کہا اس کو نہ بھیجے اور اس کی بات کو نہ مانئے خدا کی قسم مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کی خواہش بھی انھیں (شامیوں) کی خواہشات کی طرح اور اس کی نیت بھی انھیں کی نیت کی طرح ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: چھوڑو دیکھیں یہ کیا کرتا ہے، چنانچہ آپ نے اس کو شام بھیج دیا اور جانے سے پہلے اس سے کہا کہ میرے چاروں طرف رسول اللہ کے اصحاب اہل دین اور اہل رائے ہیں جن کو تم نے دیکھا ہے اور میں نے ان سب کے درمیان تمہارا انتخاب کیا ہے کیونکہ تمہارے بارے میں رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنٍ“ تم یمن کے بہترین افراد میں سے ہو لہذا یہ خط لے کر معاویہ کے پاس جاؤ اگر وہ اس بات کو مان جائے جس کو تمام مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ خط دے کر کہہ دینا کہ میں ان کی گورنری سے راضی نہیں ہوں اور نہ دیگر مسلمان اس کے خلیفہ بننے سے راضی ہیں چنانچہ جریر گئے اور معاویہ کے پاس شام پہنچے دربار میں پہنچ کر اس کے سامنے حمد و ثنائے الہی کی اور پھر کہا: ابا بعداے معاویہ تمہارے ابن عم کی خلافت پر اہل حرمین، اہل مصرین، اہل حجاز، اہل یمن، اہل مصر اور اہل

حضرت علیؑ کے اس قول (شورئ مہاجرین و انصار کیلئے ... ۱۳۵

عرض یعنی اہل عمان، اہل بحرین اور اہل یمامہ نے اتفاق کر لیا ہے سوائے اس علاقہ کے جس میں تو رہتا ہے اور اگر اس علاقہ سے سیلاب گزر جائے تو یہ خود بخود غرق ہو جائے گا اور میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہیں اس شخص (حضرت علیؑ) کی بیعت کی طرف تمہاری راہنمائی کروں اور پھر حضرت علیؑ کا خط اس کے ہاتھ میں دیدیا جس کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد: مدینہ والوں نے میری بیعت کر لی ہے لہذا شام میں تم پر بھی میری بیعت کرنا واجب ہے کیونکہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے ابو بکر عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انہوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اس بنا پر جو حاضر ہے اسے نظر ثانی کرنے کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں، اور شورئ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایسا کر لیں اور اس کو اپنا خلیفہ بنا لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نظریہ اختیار کرتا ہو الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں گے کیونکہ وہ مومنوں کے طریقہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے اللہ اس کو وہی دکھائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

طلحہ وزبیر نے پہلے میری بیعت کی پھر دونوں نے میری بیعت کو توڑ دیا

اور ان کی یہ عہد شکنی بیعت مرتد ہونے کے مترادف تھی لہذا میں نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ حق آشکارا اور امر الہی ظاہر ہو گیا اور وہ حق کو نہیں مان رہے تھے لہذا تو اس راہ کو اختیار کر جس کو تمام مسلمانوں نے اختیار کیا ہے میں تمہارے لئے سلامتی اور عافیت چاہتا ہوں مگر یہ کہ تم خود اپنے کوفتنہ میں ڈال دو اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم سے جنگ کروں گا اور اس سلسلہ میں اللہ سے مدد چاہوں گا۔

تم نے قتل عثمان کے بارے میں جو بہت زیادہ شور مچا رکھا ہے، خیریت اسی میں ہے کہ جس چیز کو اور لوگوں نے اختیار کیا ہے اسی کو تم بھی اختیار کر لو اور حکومتی امور کو مجھ پر چھوڑ دو میں تمہاری اور ان لوگوں کی ذمہ داری قرآن کریم کی بنا پر ادا کروں گا لیکن وہ چیز جس کے تم خواہاں ہو وہ اس دھوکہ کے مانند ہے جس کو بچہ کو دودھ پینے سے روکنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

میری جان کی قسم اگر تم اپنی عقل کی رو سے اور خواہشات نفس سے ہٹ کر دیکھو گے تو قریش کے درمیان خون عثمان کے بارے میں مجھ کو بے گناہ پاؤ گے!

جان لو کہ تم آزاد کردہ ہو جس کو خلافت کا حق نہیں ہے اور اس بارہ میں شوریٰ بھی کچھ نہیں کر سکتی میں تمہارے پاس باایمان مہاجر جریر بن عبد اللہ کو بھیج رہا ہوں تم بیعت کرو 'والاقوۃ الابل اللہ' اور خدا کی قدرت کے علاوہ کوئی قدرت نہیں ہے۔

جب جریر حضرت کا خط پڑھ چکے تو جریر بن عبد اللہ نے خداوند عالم کی حمد

و ثنا کے بعد کہا:

اے لوگو! عثمان کے قتل کے معاملہ نے دوسروں کی تو کیا بات وہاں پر موجود لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے اس وقت انگشت شمار لوگوں کے علاوہ سب نے علیؑ کی بیعت کر لی ہے انھیں میں طلحہ اور زبیر بھی تھے اگرچہ انھوں نے کسی دلیل کے بغیر بیعت توڑ دی تھی۔ خبردار اس دین میں فتنوں کی کوئی گنجائش نہیں اور اس وقت عرب جنگ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ کل بصرہ میں گھمسان کا رن پڑا تھا اگر ایسے حوادث کا رگر ہو بھی گئے تو لوگوں میں اب ان کو برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

خدا کی قسم اگر ہم حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا چاہیں تو ہم اس حکومت کیلئے ان (علیؑ) کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کریں گے، جو بھی اس کی مخالفت کرے گا خود در دوسرے میں مبتلا ہوگا۔ لہذا اے معاویہ جس طرح اور لوگوں نے علی کی بیعت کی ہے تم بھی ان کی بیعت کر لو اگر تم یہ کہتے ہو کہ تمہیں عثمان نے یہ منصب عطا کیا ہے اور اس سے معزول بھی نہیں کیا۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اگر تمہاری یہ بات صحیح تسلیم کر لی جائے تو پھر دین خدا میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا چونکہ ہر شخص اس منصب کا دعویدار ہوگا جو پہلے اس کے پاس تھا لیکن خدا نے کسی بھی حاکم کو اس کے پہلے والے حاکم کے فرمان کا مجری نہیں بنایا بلکہ حالات کے مطابق مختلف افراد کو ولایت و حکومت سپرد کی۔

معاویہ نے کہا: اس موضوع کے متعلق تم بھی غور و فکر کرو ہم بھی غور و فکر کرتے ہیں میں عنقریب اہل شام کی رائے سے آگاہ کروں گا۔ جب جریر

۱۳۸ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

نے تقریر ختم کی تو معاویہ نے مسجد میں لوگوں کو نماز جماعت کیلئے بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو منبر پر گیا اور طولانی گفتگو کے بعد کہا:

اے لوگو! تم جانتے ہو کہ میں تم پر عمر اور عثمان کا خلیفہ ہوں۔ میں نے تم میں سے کسی کو ذلیل و خوار نہیں کیا میں عثمان کا ولی (خون بہا کا مطالبہ کرنے والا) ہوں وہ مظلوم مارے گئے ہیں اور خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا...﴾ یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی عثمان کے قتل کے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب اہل شام نے ایک زبان ہو کر عثمان کے انتقام کی بات کی اس سلسلہ میں سب نے اسکی بیعت کی اور اس راہ میں اپنی جان اور مال قربان کرنے کا عہد کیا۔ (۱)

۲. امیر المومنین حضرت علیؑ اس طرح معاویہ کو آگاہ کرنا چاہ رہے تھے کہ تم نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی اطاعت کی ہے اور ان کی خلافت کا صرف اس لئے اعتراف کیا ہے کہ صرف مہاجرین و انصاریوں نے ان کی بیعت کی تھی اور اب

۱. محمودی نے اس واقعہ کو بیخ السعاده جلد ۴ صفحہ ۸۹ پر مندرجہ ذیل کتابوں سے نقل کیا ہے: کتاب صفین صفحہ ۲۹ طبع مصر اور صفحہ ۱۸ طبع ایران، اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ طبع دوم جس کا عنوان (اخبار علی و معاویہ من کتاب مسجدہ الثانیہ فی تواریخ الخلفاء، الامامۃ و السیاسة جلد ۱ صفحہ ۹۳، ابن ابی الحدید در شرح مختار (۴۳) من خطب نبی البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۷۵ اور اس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۵۶ صفحہ ۴۹۷ اور بہ روایت کلبی صفحہ ۶۰ پر تحریر کیا گیا ہے۔

حضرت علیؑ کے اس قول (شوریٰ مہاجرین و انصار کیلئے ... ۱۴۹

ان ہی لوگوں نے میری (حضرت علیؑ) بیعت کر لی ہے لہذا تمہیں بھی میری بیعت کر لینا چاہئے اور آپ کا یہ فرمان:

فان اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما مکان

ذالک للہ رضی

اگر وہ لوگ ایک شخص پر اجماع کر لیں اور اسکو اپنا امام مان لیں تو اسی میں خدا کی رضا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آپ ابو بکر اور عمر کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے تاکہ یہ بات نص رسول کے معارض ہو جائے۔

اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ جس کی بیعت پر مہاجرین اور انصار اجماع کر لیں اس کی حکومت شرعی اور قانونی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے تمام مہاجرین اور انصار کسی ایک شخص کی بیعت پر اجماع کریں اور حکومت سے مراد اس وقت کی وہ امت اسلامیہ ہے جو کسی گمراہی پر اجماع نہیں کرتی، اسی میں اہل بیت شامل ہیں جن کے گمراہی سے بچنے کی خود رسول اللہ نے خبر دی ہے۔

امیر المؤمنین، معاویہ کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ تم طلقاء آزاد شدہ لوگوں میں سے ہو اور تمہارا اس امت میں شمار نہیں ہوتا جن کا اجماع حجت ہے یہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے ہیں لہذا تمہارے مخالفت کرنے سے تو اجماع پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے اور جس اجماع کا حضرت علیؑ نے تذکرہ فرمایا ہے ایسا اجماع کسی کی خلافت پر بھی امکان پذیر نہ ہو سکا نہ ابو بکر کی خلافت پر نہ عمر کی خلافت پر۔ نہ عثمان کی خلافت پر، اور نہ ہی حضرت علیؑ کی خلافت پر، کیونکہ اس قسم کے اجماع میں ایک

شخص کی مخالفت سے اجماع باطل ہو جاتا ہے اور یہ بالکل واضح و روشن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خلافت پر ایک گروہ نے مخالفت کی تھی۔

میر حامد حسین ہندی اس بارے میں عمقات الانوار جلد ۳ صفحہ ۲۹۹ میں تحریر کرتے ہیں:

دہلوی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر یہ حدیث ثقلین ^{ثقلین} عمرت کی امامت کو ثابت کرتی ہے تو پھر شیعوں کے نزدیک حضرت علی ^{علیہ السلام} سے مروی متواتر حدیث کہ ”شوری مہاجرین اور انصار کے لئے ہے“ کیسے صحیح ہوگی؟

میں کہتا ہوں کہ اس کے غلط ہونے کی چند وجہیں ہیں:

۱. ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث ثقلین بارہ اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے لئے ہم نے مستحکم دلائل اور روشن براہین بیان کر دی ہیں جن کے بعد کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ لہذا دہلوی کا شک کرنا بے بنیاد ہے۔

۲. ان کا اس جملہ ”شوری کا حق فقط مہاجرین اور انصار کو ہے“ کو حدیث کہنا لوگوں کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ آپ کا یہ جملہ کتب سیرت اور تاریخ میں اس خط میں موجود ہے جو آپ نے معاویہ کے نام تحریر فرمایا تھا اور یہ اس لئے پیش کیا تھا کیونکہ وہ (معاویہ) اس کو تسلیم کرتا تھا۔

۳. اس جملہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حدیث شیعوں کے نزدیک متواتر ہے بالکل غلط ہے۔

۴. یہ جملہ حدیث ثقلین کے منافی نہیں ہے کیونکہ سارے مہاجرین اور

حضرت علیؑ کے اس قول (شورئ مہاجرین و انصار کیلئے ... ۱۵۱

انصار کو ثقلین کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا اگر وہ قرآن و عترت کی راہنمائیوں کے ذریعہ کسی کی امامت پر اجماع کر لیں تو اسکی امامت صحیح ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس طرح کا اجماع اہل بیتؑ میں سے حضرت علیؑ کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو اسی سے دوسروں کی خلافت کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

۵. جس بات پر مہاجرین اور انصار اجماع کریں وہ یقیناً حق ہے کیونکہ اہل بیتؑ بھی مہاجرین میں سے تھے بلکہ اجماعی طور پر مہاجرین کے امام اور پیشوا ہیں لہذا اس اجماع کی اتباع کرنا حدیث ثقلین کی روشنی میں قرآن اور عترت دونوں سے تمسک کرنا ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۶. یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تمام انصار و مہاجرین سے مشورہ کرنا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ابو بکر کی بیعت مشورہ سے نہیں ہوئی تھی بلکہ بقول عمر ابو بکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی پھر بھی خدا نے اس کے شر سے بچالیا۔ پھر عمر نے کہا کہ اگر آئندہ کسی نے یہ راہ اختیار کی تو بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی گئی ہے دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ بخاری حضرت عمر کے آخری حج کے موقع پر ان کے اور عبد الرحمن بن عوف کے درمیان ہونے والی گفتگو کو یوں نقل کرتے ہیں: ”ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا انھوں نے ابراہیم بن سعد سے انھوں نے صالح سے انھوں نے ابن شہاب سے انھوں سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ: میں مہاجرین

کے کچھ افراد جن میں عبدالرحمن بن عوف بھی تھا کو قرآن پڑھاتا تھا، ایک دن میں منیٰ میں ان کے گھر میں تھا اور وہاں پر عمر بن خطاب بھی موجود تھے ان کا یہ آخری حج تھا عبدالرحمن نے میرے پاس آ کر کہا: اے کاش ہم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آ کر کہہ رہا تھا: اے امیر المومنین فلاں شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو یہ کہتا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کرونگا کیونکہ خدا کی قسم ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی جس کے شر سے خدا نے بچا لیا۔

عمر نے اس بات سے غضبناک ہو کر کہا: آج رات میں لوگوں سے خطاب کرونگا جس میں اس سازش کے کرنے والوں اور لوگوں کے حقوق غصب کرنے والوں کے بارے میں بھی بتاؤں گا۔

عبدالرحمن نے کہا: اے عمر ایسا کام نہ کیجئے چونکہ یہ حج کا موسم ہے لوگوں کا ازدحام ہے اور اکثر لوگ آپ کے ماننے والے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ تقریر میں ایسی باتیں نہ کہہ جائیں جن کو یہ لوگ نہ سمجھ پائیں لہذا مدینہ پہنچنے تک صبر کیجئے کیونکہ مدینہ دارالہجرت اور دارالسنۃ ہے آپ وہاں پر رہنے والے فقہاء اور عظیم شخصیتوں کی ایک میٹنگ کیجئے اور جو کچھ کہنا ہو ان کے سامنے کہئے اس لئے اہل علم حضرات آپ کی باتیں سنیں گے اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ کریں گے۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم مدینہ میں پہلی ہی تقریر میں یہ باتیں بیان کرونگا۔
ابن عباس کا بیان ہے کہ: ہم ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ پہنچے جمعہ کے دن

زوال کے وقت جلدی سے مسجد میں پہنچنے منبر کے پاس سعید بن زید بن نفیل بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی اس کے کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ عمر آئے جب میں نے ان کو آتے دیکھا تو سعید بن زید سے کہا کہ وہ آج ایسی تقریر کریں گے جیسی آج تک نہیں کی ہے اس نے میری بات کو نہیں مانتے ہوئے کہا: ہمیں ایسی امید نہیں ہے کہ وہ آج ایسی بات کریں جو آج تک نہ کی ہو۔ عمر منبر پر گئے اور موذن کے اذان ختم کرتے ہی کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

میں تم کو کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں شاید یہ میری آخری تقریر ہو۔ لہذا جو بھی میری بات کو صحیح سمجھ جائے جہاں تک اسکے لئے ممکن ہو وہ اس کو دوسروں تک پہنچائے اور جو نہ سمجھ پائے اس کو میری اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کو بیان کر کے مجھے پر بہتان باندھے۔ خداوند عالم نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ان پر کتاب نازل کی، جن چیزوں کو خداوند عالم نے آپ پر نازل کیا ان میں ایک آیتِ رجم ہے ہم نے اس کو پڑھا اور اچھی طرح سمجھا لہذا آنحضرتؐ نے بھی اس حد کو جاری کیا اور آنحضرتؐ کے بعد ہم نے بھی جاری کیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ زمانہ کے گزرنے کے بعد کہیں لوگ اس آیت رجم کا انکار کر بیٹھیں! اس طرح خداوند عالم کی نازل کردہ اس فضیلت کا انکار کر کے گمراہ ہو جائیں قرآن کریم میں رجم کا حکم شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے ہے اور یہ حکم اس وقت ثابت ہوگا جب شاہد شہادت دیں یا عورت حاملہ ہو یا وہ خود اعتراف کریں۔

ہم نے خدا کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اپنے والدین سے روگردانی نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے .. اور پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ”میرے بارے میں عیسیٰ بن مریم کی طرح غلو نہ کرنا مجھ کو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہنا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر مر جائے تو ہم فلاں شخص کی بیعت کریں گے! اور دیکھو تم ان افراد کے دھوکے میں نہ آجانا کہ ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی آگاہ ہو جاؤ ہے تو ایسا ہی لیکن خدا نے اس کے شر سے بچائے رکھا اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی طرف ابوبکر کی طرح گردنیں بلند ہوں لہذا جو شخص بھی مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرے گا تو بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی جائے دونوں کو قتل کر دیا جائے گا جب رسول ﷺ کی وفات کے بعد انصار نے ہماری مخالفت کی تو وہ سب کے سب سقیفہ میں جمع ہوئے علیؑ اور زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا“ (۱)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود عمر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر کی بیعت کی مخالفت ہوئی تھی اور اس خلافت پر مہاجرین اور انصار کا اجماع نہیں تھا جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوتا لہذا اہل سنت حضرت علیؑ کے بیان سے جو استفادہ کرنا چاہ رہے تھے وہ ان کو حاصل نہ ہو سکا۔

مجلسیں اور تعزیہ برآمد کرنے پر کیا دلیلیں ہیں؟

سوال ۳۹

تعزیہ بنانا کس امام کا فعل ہے معتبر کتاب کا حوالہ درکار ہے؟

سوال ۴۰

اگر تعزیہ بنانا اور اس پر موجودہ طرز کی عزاداری کرنا حضور اکرم ﷺ یا حضرت علیؑ سے ثابت ہو تو براہ کرم ارشاد فرمائیں لیکن صحیح حوالہ کے ساتھ؟

جواب ۳۹ ، ۴۰

ہم نے حضرت امام حسینؑ کی عزاداری کو رسول اسلام ﷺ سے سیکھا ہے ہماری اور آپ کی کتابوں میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: امت غنقریب میرے فرزند حسین کو قتل کرے گی آپ کے قتل ہونے

کے پچاس سال پہلے آنحضرت ﷺ نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ وبکا کیا تھا۔ یہ حدیث شرایطِ شیخین کے مطابق صحیح ہے لیکن انھوں نے نقل نہیں کیا ہے۔
حاکم ”مستدرک علیٰ الصحیحین“ جلد ۳ صفحہ ۷۶ پر یوں رقمطراز ہیں:

ام الفضل کہتی ہیں کہ: (۱)

ایک دن میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا وہ خواب کیا تھا؟ ام الفضل نے کہا بہت ڈراؤنا خواب تھا۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

بتاؤ تو کیا ہے؟ ام الفضل نے کہا: آپ کے جسم کا ایک حصہ جدا ہو کر میری آغوش میں آگرا آپ نے فرمایا: نیک خواب ہے انشاء اللہ خداوند عالم جناب فاطمہ کو ایک بچہ عطا کرے گا۔ جو تمہاری آغوش میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ جناب فاطمہ سلیمانہ کے بطن سے امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ارشاد رسول کے مطابق بچے نے میری آغوش میں پرورش پائی، ایک دن میں آپ کی خدمت میں پہنچی تو میں نے حسین علیہ السلام کو آپ کی آغوش میں دیدیا کچھ دیر کے بعد جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے

۱۔ ہم کو ابو عبد اللہ محمد بن علی جوہری نے بغداد میں بتایا انھوں نے ابو الاحوص محمد بن ہشیم قاضی سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے ابوعمار شداد بن عبد اللہ سے اور انھوں نے ام الفضل بنت حارث سے روایت نقل کی ہے۔

مجلس اور تعزیہ برآمد کرنے پر کیا دلیلیں ہیں؟ ۱۵۷

میں نے آپ سے پوچھا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا بات ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی میں نے کہا: اسی بچہ (امام حسین علیہ السلام) کو!؟ فرمایا: ہاں اور اس وقت مجھے آپ نے سرخ مٹی دی! یہ حدیث شرائط شیخین کے مطابق صحیح ہے لیکن انھوں نے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ خداوند عالم جبرئیل کے ذریعہ اس مصیبت کی خبر دے، امت کے کارناموں سے آپ کو آگاہ کرے اور جس سرزمین پر انھیں قتل کیا جائے گا وہاں کی مٹی بھیجے اور پیغمبر اکرم ﷺ اس مصیبت پر آنسو بہائیں مگر اہل سنت حضرات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی تاسی نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی امام حسین علیہ السلام کی عبادت برپا کرتے ہیں۔

۲. شاید آپ کو نہیں معلوم کہ انبیاء، اولاد انبیاء اور اوصیاء کے متعلق محبت کا اظہار کرنا عبادت اور سنت حسنہ ہے اور شاید آپ لوگوں نے وہ آیت نہیں پڑھی جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ یعقوب یوسف کے فراق میں مدتوں گریہ فرماتے رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يَوْسُفَ
وَأَبْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۱)

”یہ کہہ کر انہوں نے سب سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ افسوس ہے یوسف کے حال پر اور اتاروئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اور غم کے گھونٹ پیتے رہے“

۳۔ نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل، اور تقریر کے بعد ہمارے لئے ائمہ

کا قول و فعل اور تقریر حجت ہے چونکہ آنحضرتؐ کا یہ فرمان ہے کہ:

انہی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی

اہل بیٹی

”میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا

اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں“

اور حسین علیہ السلام مظلوم پر گریہ و بکا اور ان کے غم میں عزاداری کرنا مستحب

ہے اس سلسلہ میں ائمہ اطہار سے متعدد احادیث مروی ہیں لہذا ہم آپ پر

گریہ و بکا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کے علاوہ کسی

میت پر جزع و فزع کرنا صحیح نہیں ہے۔

۴۔ اس فقہی قاعدہ:

كُلُّ شَيْءٍ لَكَ حَلَالٌ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّهُ حَرَامٌ

”تمہارے لئے ہر چیز حلال ہے جب تک تم کو اس کے حرام ہونے کا علم نہ ہو

جائے“ کی رو سے بھی مختلف ممالک میں امام حسین علیہ السلام کی یاد میں کی جانے

والی عزاداری ایک جائز فعل ہے۔

واقعہ کر بلا کے راوی کون ہیں؟

سوال ۴۱

جب امام زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ عمرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب افراد شہید ہو گئے تھے اور حضرت زین العابدین علیہ السلام بحالت مرض خیمہ کے اندر تھے اور مستورات کے چہروں پر برقعے تھے۔ کسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے باہر جھانکنے اور خیمہ سے باہر آنے کی اجازت نہ تھی، تو فرمائیے دسویں محرم کے حالات کس راوی نے ہم تک پہنچائے ہیں؟

جواب ۴۱

واقعہ کر بلا لشکر یزید کے دسیوں سپاہیوں اور اہلیت^۲ کے متعدد افراد اور متعدد ساکنین کر بلا کے سامنے رونما ہوا تھا۔ اس واقعہ کو اہل سنت اور شیعہ دونوں کے راویوں نے نقل کیا ہے بلکہ اس واقعہ کے بارے میں اسی وقت مستقل کتاب

۱۶۰ رسالہ جمیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

لکھی گئی تھی تاریخ و حدیث آشنا افراد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ واقعہ کر بلا ان واقعات میں سے ہے جس کو مورخین اور راویوں نے بہت تفصیل سے نقل کیا ہے اور اکثر کتب تاریخ میں محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ اہل بیت پیغمبر ﷺ میں سے امام زین العابدین اور جناب زینبؓ ہیں جو واقعہ کر بلا کی عینی شاہد ہیں۔

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اہل حرم اس واقعہ کے عینی شاہد نہیں ہیں کیونکہ متعدد واقعات ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوئے تھے اور خود آپ کی اپنی حدیث کی کتابوں میں ان واقعات کو درج کیا گیا ہے چنانچہ اگر آپ ان کا مطالعہ کریں گے تو میری بات کی تائید کریں گے۔

کیا یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا؟

سوال ۴۲

کیا یہ صحیح ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو یزید بن معاویہ نے قتل کرایا تھا؟ جبکہ بیان کیا گیا ہے کہ یزید نے آپ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یزید کے کچھ وظیفہ خواروں نے آپ کو قتل کیا تھا! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۴۲

۱. تاریخ اور حدیث کے ماہرین کا اتفاق ہے کہ یزید نے مدینہ میں اپنے گورنر کو یہ حکم دیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام سے زبردستی بیعت لے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کو قتل کر دے۔

جب آپ حاکم مدینہ کے خطرہ کے پیش نظر اپنی جان کی حفاظت کے مقصد سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو یزید نے آپ کو دھوکے سے قتل کرائے

کیلئے آدمی بھیجے چاہے آپ خانہ کعبہ کے پاس ہی کیوں نہ ہوں۔ جب امام حسین علیہ السلام عراق پہنچے تو یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر اس کو حکم دیا کہ وہ حسین علیہ السلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرے، ان سے یزید کی بیعت کے علاوہ کچھ قبول نہ کرے، اگر انکار کریں تو ان کو قتل کر دے، ان پر گھوڑے دوڑائے اور ان کا سر میرے (یزید کے) پاس بھیج دے۔ پانچ مہینوں سے زیادہ مدت تک یعنی نصف رجب سے (جس دن معاویہ کا انتقال ہوا) دس محرم تک یزید حجاز و عراق میں موجود اپنے گورنروں سے خط و کتابت کرتا رہا۔

لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے یزید کے کہے بغیر امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا وہ یا تو جاہل ہے یا ہٹ دھرم ہے۔

۲. تعجب تو یزید سے محبت کرنے والوں پر ہوتا ہے جو ہٹ دھرمی کے ذریعہ یزید کے دامن پر لگے ہوئے خون کے دھبہ کو مٹانا چاہتے ہیں کیا ان کو اس چیز پر تعجب نہیں ہوتا کہ یزید فاسق، شرابی، کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا تارک الصلاۃ اور اپنی محرم خواتین سے نکاح کرتا تھا!

اگر یزید کے طرفداروں کو میری اس بات پر یقین نہ آتا ہو کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کا ذمہ دار یزید تھا تو ان کو ذہبی کی تاریخ اسلام اور تاریخ ابن کثیر کا مطالعہ کرنا چاہئے یہ دونوں مذہب کے اعتبار سے حنبلی اور ابن تیمیہ کے چاہنے والے تھے ان کے علاوہ طبری، ابن اشیر، ابن خلدون اور ابن عساکر وغیرہ.... کے تاریخوں کی طرف رجوع کریں جن میں یزید کے گناہوں نے افعال مرقوم ہیں۔

کیا یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۶۳

ہمارے نکتہ نظر سے اس فکر کے بانی ابن تیمیہ ہیں جنہوں نے اہل بیت سے تعصب میں کتب احادیث، تاریخ اور حتیٰ اپنے ہم مسلک علماء کے نظریات سے چشم پوشی کرتے ہوئے یزید کو امام حسینؑ کے قتل سے بری الذمہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے!

چنانچہ ابن تیمیہ اپنی کتاب راس الحسین صفحہ ۲۰۷ پر رقمطراز ہیں: یزید حسینؑ کے قتل پر خوش نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے آپ کے قتل پر دکھ کا اظہار کیا تھا لیکن خداوند عالم اس کی نیت کو بہتر جانتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یزید نے قتل حسینؑ کا حکم نہیں دیا تھا لیکن اس نے حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام بھی نہیں لیا تھا اور نہ ہی ان کو کوئی سزا دی تھی کیونکہ انہوں نے یزید کی حکومت بچانے کی خاطر یہ قدم اٹھایا تھا اور نہ یزید نے امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت کا حق ادا کیا تھا نہ ہی اس سے عدالت اور نیک سیرت کا کوئی نمونہ دیکھنے کو ملا جس سے اس کی تحسین کی جاسکے اور نہ کسی نے یہ ادا کیا ہے کہ وہ ایسا بدکار آدمی تھا جس کی بنا پر وہ حد شرعی کا مستحق ہوتا البتہ اہل حرہ کے واقعہ کے بارے میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے یہ عمل دشمنی کی بنیاد پر انجام دیا تھا۔

مذکورہ عبارت کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنی کی وجہ سے ابن تیمیہ کو امام حسینؑ کے قتل کئے جانے کے متعلق شک تھا اس کے باوجود اس نے یزید کو اپنی بیچ دار باتوں کے ذریعہ بچانے کے لئے کہا ہے کہ اس نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر بیعت نہ کریں تو قتل کر دینا

کیا یہ حکم نہیں ہے اگرچہ ابن تیمیہ نے یزید پر لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ مدینہ کی تباہی اور اصحاب کی قتل و غارت کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے نہیں ذرا دیکھئے بد توفیقی کا آخری انجام!

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب راس الحسین صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے کہ یزید نے متعدد غلط کام بھی انجام دئے تھے جیسے واقعہ حرہ ایک صحیح روایت میں علی علیہ السلام کے ذریعہ پیغمبر کی یہ حدیث نقل ہوئی ہے: مدینہ حرم ہے لہذا جو اس کے اندر کوئی غلط کام کرے یا کسی غلط کام کرنے والے کو پناہ دے اس پر خدا ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سلسلہ میں اس کا کوئی نیک کام قبول نہ ہوگا نیز فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے بارے میں برے ارادے رکھے خداوند عالم اس کو اس طرح نابود کرے گا جس طرح پانی میں نمک نابود ہو جاتا ہے۔

اسی لئے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا آپ یزید سے حدیث نقل کر سکتے ہیں؟ کہا نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا ناروا سلوک کیا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کیا خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا یزید سے محبت رکھ سکتا ہے؟ امام احمد کے بیٹے نے ان سے کہا کہ پھر کس لئے اس پر لعنت نہیں بھیجتے تو جواب میں کہا: تم نے کبھی اپنے باپ کو کسی پر لعنت بھیجنے دیکھا ہے۔

۳۔ یزید کو بری الذمہ کرنے کی ابن تیمیہ کی ساری کوششیں بے کار ہیں کیونکہ تمام مذاہب کے علما نے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور یزید سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اس پر لعنت بھیجنے کے جواز کا فتوا دیا ہے۔

کیا یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۶۵

بعض نے اس کو کافر قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

الف: حنبلی بزرگ عالم دین ابن جوزی نے یزید پر لعنت اور اس سے اظہارِ برائت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور اسکا نام ”الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید“ رکھا یعنی ”اس متعصب دشمن کا جواب جس نے یزید کی مذمت سے انکار کیا“ اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ یزید ہی امام حسینؑ کے قتل کا اصل ذمہ دار تھا اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے فتویٰ کو یزید پر لعنت کے بارے میں بیان کیا ہے۔

قدوزی نے ینایج المودۃ جلد ۳ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ ”ابن جوزی نے اپنی کتاب ”الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید“ میں کہا ہے کہ کسی نے مجھ سے یزید کے بارے میں سوال کیا میں نے جواب دیا کہ اس کے کارنامہ معروف ہیں، پوچھا: کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا: پرہیزگار علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور ان ہی میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں جنہوں نے یزید کے بارے میں ایسی بات کہی ہے جو لعنت سے بھی بڑھ کر ہے۔

پھر ابن جوزی نے قاضی ابویعلیٰ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ”المعتمد فی الاصول میں سے صالح بن امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: بعض لوگ ہماری طرف یزید کی دوستی کی نسبت دیتے ہیں؟ کہا: کیا کوئی خدا پر ایمان رکھنے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے کیوں نہ اس پر لعنت کریں جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے؟ میں

۱۶۶ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

نے پوچھا: کس آیت میں؟ کہا: یہ آیت (فہل عستیم ...) (سورہ محمد آیت ۲۲، ۲۳) کیا قتل سے بڑھ کر کوئی فساد ہے؟ ابن جوزی کا بیان ہے کہ: قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں لعن کے مستحقین کو بیان کیا ہے ان میں یزید کا بھی ذکر ہے۔ پھر یہ حدیث نقل کی ہے کہ ”جو اہل مدینہ کو ناحق ڈرائیگا اس پر خدا، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔“

شیخ عباس قمی ”الکنی واللقاب جلد ۱ صفحہ ۹۲“ پر لکھتے ہیں کہ ابن جوزی کا کہنا ہے: جب میرے دادا ابوالفرج نے بغداد میں منبر پر بزرگ علماء اور امام ناصر (عباسی خلیفہ) کے سامنے یزید پر لعنت بھیجی تو بہت سے کج فکر افراد اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو میرے دادا نے کہا:

الْأَبْعَدُ الْمَدِينِ كَمَا بَعَدَتْ ثُمُودُ (۱)

”سن رکھو کہ جس طرح ثمود (خدا کی بارگاہ سے) دھتکارے گئے اسی طرح اہل مدینہ کو بھی دھتکار ہوئی“

ہمارے بعض اساتذہ نے ہم سے نقل کیا ہے کہ اس دن ایک جماعت نے میرے دادا سے یزید کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا اس شخص کے بارے میں کیا پوچھتے ہو جس نے تین سال حکومت کی اور پہلے ہی سال میں امام حسین بن علی علیہ السلام کو قتل کیا دوسرے سال اہل مدینہ کے خون کی ہولی کھیلی اور تیسرے سال کعبہ کو منہدم کرایا۔ لوگوں نے کہا: ہم اس پر لعنت کر سکتے ہیں تو

کیا یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۶۷

دادا نے کہا پس لعنت کرو!

میرے (جد) دادا نے اپنی کتاب ”الرد علی المتعصب العنید“ یعنی متعصب دشمن کا جواب “میں تحریر کیا ہے: حدیث میں ہے کہ جس نے یزید کے کرتوت کا کوئی دسواں حصہ بھی انجام دیدیا وہ ملعون ہے پھر لعنت کے مستحق لوگوں کی فہرست بیان کی جیسے خال کوبی کرنے والے، سود دینے والے، سود کھانے والے اور شراب بنانے اور پینے والے۔

پیشی نے مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۳ پر راویوں کی توثیق کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے: ضحاک کا کہنا ہے کہ جب حسین بن علی علیہ السلام حکومت یزید سے ناراض ہو کر کوفہ کی طرف تشریف لے گئے تو یزید نے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو خط لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف چلے گئے ہیں لہذا تمام زمانوں میں تیرا زمانہ اور تمام شہروں میں تیرا شہر اور تمام عمال کے درمیان تو امتحان کے مرحلہ میں ہے۔ اس مرحلے کے گزرنے کے بعد انسان آزاد ہو جاتا ہے یا اس کی گردن میں غلامی کا طوق پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے انھیں قتل کیا اور ان کا سر یزید کو بھیج دیا جب وہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے حسین بن حمام مری کا یہ شعر پڑھا:

نفلق ہامامن رجال احبة الینا وہم کانوا اعدا

۱. اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۵، ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۱۴ صفحہ ۲۱۴، ذہبی نے سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۳۰۵، اور ابن کثیر نے نہایہ جلد ۸ صفحہ ۷۸ پر نقل کیا ہے۔

واظلمنا (۱)

”ہم ایسے عزیزوں کے سرتن سے جدا کرتے ہیں حالانکہ انھوں نے اپنے رفتار و کردار کے ذریعہ خود پر ظلم کیا اور ہم سے عاق ہو گئے“

ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد ۴ صفحہ ۷۳ پر یزید کے حالات زندگی کے بارے میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: وہ طاقتور، شجاع، چالاک، ہوشیار، ذہین، فصیح بیان اور اچھا شاعر تھا، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ سخت دشمن علی، بدخلق، تندخو، شرابی اور منکرات کا دلدادہ تھا، اسکی حکومت کا آغاز قتل امام حسین علیہ السلام سے اور انجام واقعہ حرہ پر ہوا جس کی وجہ سے لوگ اس سے ناراض ہو گئے، وہ بابرکت زندگی سے محروم تھا، امام حسین علیہ السلام کے بعد متعدد لوگوں نے اس کے خلاف خروج کیا جیسے اہل مدینہ اور مکہ میں مرد اس بن ادیہ حظلی بصری، نافع بن ارزق، طواف بن معلیٰ سدوسی اور ابن زبیر نے قیام کیا تھا۔

آلوسی نے اپنی تفسیر جلد ۲۶ صفحہ ۷۳ پر قرآن کی اس آیت:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ
وَتَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ

کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: جو لوگ کہتے ہیں کہ یزید نے کچھ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے ایسے لوگوں کو یزید کے انصار و مددگاروں میں شمار کرنا چاہئے میں کہتا ہوں کہ یہ خبیث حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا منکر تھا، اس نے حرم خدا، نبی کے اہل حرم اور عترت اطہار کے ساتھ ان کی زندگی اور مرنے کے بعد جو کچھ ناروا برتاؤ کیا ہے وہ قرآن مجید کے ورق کو غلاظت

کیا یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۶۹

میں ڈالنے سے کم نہیں تھا میرے خیال میں یہ باتیں کسی انسان پر پوشیدہ نہ ہوں گی البتہ وہ لوگ یزید کے خوف سے ساکت رہے ہوں گے۔

اس سلسلہ میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس جیسے پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اس جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔

وہ مزید لکھتے ہیں: برزنجی نے اپنی کتاب الاشاعۃ میں اور پیشی نے اپنی کتاب صواعق میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبل کے فرزند نے اپنے والد سے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا: اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر قرآن نے لعنت کی ہے۔ بیٹے نے سوال کیا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں بھی یزید پر لعنت نہیں ہے تو احمد بن حنبل نے کہا: خداوند عالم کا ارشاد ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ
وَتَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور یزید نے جو کچھ انجام دیا اس سے بڑا فساد کونسا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ان علماء کا تذکرہ کیا جنھوں نے اس کو واضح لفظوں میں کافر اور اس پر لعنت بھیجنے کو جائز کہا ہے انھیں میں قاضی، ابو یعلیٰ اور ابن جوزی ہیں۔

پھر تفتازانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: یزید اور اس کے اعموان و انصار پر خدا کی لعنت میں شک نہیں ہے۔

اس کے بعد آلوسی نے ابن وردی کی تاریخ اور ابن خلکان کی الوافی بالوفیات سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ کی عورتیں، بچے اور ان کے

۱۷۰ رسالہ جمیٹ صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

ساتھ نیزوں پر شہداء کے سردر بار میں پہنچے اس وقت یزید اپنے محل میں بیٹھا تھا، کواکائیں کائیں کر رہا تھا اور یزید یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لمابت تلک الحمول و اشرفت

تلک الشموس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت قل اولاتقل

فلقد قضیت من النبی دیونی

”جب اس کا روان پر نظر پڑی اور وہ چمکتے سورج محل کے سامنے طلوع ہوئے کوئے نے کائیں کائیں کرنا شروع کیا تو میں نے کہا تو کائیں کائیں کر یا نہ کر میں تو نبی سے بدلہ لے چکا“

آلوسی یزید کے شعر کی یوں وضاحت کرتے ہیں: یزید یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ حسین علیہ السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جنگ بدر میں قتل کئے جانے والے اس کے نانا عتبہ اور ماموں پسر عتبہ کے بدلے میں قتل کیا گیا ہے جبکہ یہ یزید کی کفر والی باتیں ہیں“

شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۷۴ پر تحریر کیا ہے:

”بعض اہل علم نے افراط سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک بدست شرابی، شریعت خدا کی ہنگ حرمت کرنے والے پر خروج کیا، یزید پر خدا کی لعنت ہو، ایسی باتوں سے انسان کو بڑا تعجب ہوتا ہے جن سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر سننے والے کا سر چکر اجاتا ہے“

جاہظ نے اپنے گیارہ رسالوں میں سے بنی امیہ کے بارے میں لکھے

سیدنا

حیدر آباد

کیا یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۷۱

جانے والے رسالہ کے صفحہ ۳۹۸ پر کہا ہے: ”یزید جن برائیوں کا مرتکب ہوا جیسے حسینؑ کا قتل، ان کے خاندان کا اسیر کرنا، ان کے دندان مبارک پر چھڑی رکھنا، اہل مدینہ کو ڈرانا، کعبہ کا منہدم کرنا اس کی قساوت قلبی، بغض و نفاق اور دارۃ ایمان سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا وہ فاسق اور ملعون ہے اور جو ملعون پر لعنت کرنے سے روکے وہ بھی ملعون ہے“

ابن عماد حنبلی شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۶۸ پر تحریر کرتے ہیں:

”تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں لکھا ہے کہ جس نے امام حسینؑ

کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس سے راضی ہوا اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ حق بات یہ ہے کہ قتل حسینؑ پر یزید کا راضی ہونا اور اہل بیتؑ کے ساتھ براسلوک کرنا ایسی باتیں ہیں جن کے صحیح ہونے کا متعدد محدثین اور مورخین نے اعتراف کیا ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ لوگوں نے اس کے جزئیات کو نقل کیا ہو ان باتوں کے پیش نظر ہم کو یزید کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اسی لئے ہم اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر لعنت بھیجتے ہیں“

شبراوی نے اپنی کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں صفحہ ۶۲ پر یزید کے اعمال و افعال کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ”کسی عقلمند کو اس میں شک نہیں ہے کہ یزید امام حسینؑ کا قاتل تھا کیونکہ اسی نے ابن زیاد کو ان کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا“

معاویہ یزید کے تمام اعمال و افعال کا ذمہ دار ہے۔

۱۷۲ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

سمہودی و فاء الوفاء کی جلد ۱ صفحہ ۹۱ پر لکھتے ہیں:

”ابن ابی حنیمہ نے صحیح سند کے ساتھ جویریہ بنت اسماء سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے حالت احتضار میں یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک نہ ایک دن سامنا کرنا پڑے گا اگر انھوں نے کچھ کیا تو مسلم بن عقبہ کو بھیج دو دینا میں نے اس کی باتیں سنی ہیں جب یزید حاکم ہوا تو ابن حنظلہ ایک جماعت کے ساتھ یزید کے پاس پہنچے یزید نے ان کا بڑا احترام کیا اور انھیں ہدایا و تحفے دئے مگر جب وہ مدینہ واپس ہوئے تو لوگوں کو یزید کے خلاف بھڑکایا اور ان کو یزید کے خلاف بغاوت کی دعوت دی، انھوں نے مثبت جواب دیا اس بات کا یزید کو پتہ چلا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو مسلح کر کے ان کی طرف بھیجا“

حافظ ابن عقیل نے کتاب النصح الکافیہ لمن یتولی معاویہ کے صفحہ ۶۲ پر تحریر کیا ہے:

محدث ابن حنیمہ نے کتاب ”الامامة والسیاسة“ میں اور بیہقی نے ’الحاسن والمسادی‘ میں تحریر کیا ہے:

ابو معشر کا بیان ہے کہ: ایک شامی انصاری عورت کے گھر میں داخل ہوا وہ حالت نفاس میں تھی اور اس کا بچہ اس کی آغوش میں تھا اس شخص نے اس عورت سے کہا کہ کیا تیرے پاس مال ہے اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اس نے کہا:

مجھے کچھ دو، ورنہ میں تمہیں اور تمہارے اس بچے کو قتل کر دوں گا عورت نے کہا: تجھ پر وائے ہو یہ رسول اللہ کے صحابی ابی کبشہ انصاری کا بیٹا ہے میں نے ان

کیا یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟ ۱۷۳

کے ساتھ بیعت شجرہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس پر بیعت کی ہے کہ چوری نہ کروں، زنا نہ کروں، اپنی اولاد کو قتل نہ کروں اور کوئی بہتان اور افتراء پر دازی نہ کروں، اور آج تک میں نے ایسا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے لہذا تو بھی خدا کا خوف کھا۔

جب وہ شخص نہ مانا تو اس عورت نے بچہ سے کہا:

اے میرے لال خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں اسے تیرے فدیہ کے طور پر دیدیتی۔

راوی کہتا ہے:

اس شخص نے دودھ پیتے بچہ کو ماں کی آغوش سے چھین کر دیوار پر دے مارا جس سے اس کا بھیجا زمین پر بکھر گیا راوی کا کہنا ہے کہ وہ شخص ابھی گھر سے نکلنے ہی نہ پایا تھا کہ اس کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات اہل شام اور مسلم بن عقبہ کے بارے میں نقل ہوئے ہیں اور چونکہ مسلم بن عقبہ یزید کے حکم پر عمل کرتا تھا اور یزید، معاویہ کا قائم مقام تھا اس کے حکم کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اس لئے امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا خون اور ان تمام اہانتوں کے ذمہ دار سب سے پہلے معاویہ اس کے بعد یزید اور پھر مسلم بن عقبہ ہیں!!

کیا ان تمام کرتوت کے بعد یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے توبہ کر لی تھی؟ ہرگز نہیں کسی نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ معاویہ نے ہمارے لئے ہر دور کے لئے ایک باغی گروہ تیار کر دیا ہے اور آج بھی اسی کے پیروکار ہیں جو حقائق کو

۱۷۴ رسالہ جمش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

الٹ دیتے ہیں اور حق کو باطل کا لباس پہنا دیتے ہیں اور اس آیت کے
مصدق قرار پاتے ہیں:

وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ
شَيْئاً (۱)

”اور (اے رسول) جس کو خدا خراب کرنا چاہتا ہے تو اس کے واسطے خدا تمہارا
کچھ زور نہیں چل سکتا“

کالا کپڑا پہننے سے منع کرنے والی روایات کے
بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سوال ۴۳

کتاب من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۸۱ پر یہ روایت درج ہے کہ کالا کپڑا نہ
پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ اس عبارت کا مقصد اور اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب ۴۳

جی ہاں شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ
۲۵۱ پر حدیث نمبر ۷۶۷ کے تحت روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے
اصحاب سے فرمایا ہے:

لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَإِنَّهُ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ

۱۷۶ رسالہ جمیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

”کالا لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے“

دوسری روایت (حدیث ۷۶۸) میں ہے:

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَكْرَهُ السَّوَادَ إِلَّا فِي ثَلَاثَةٍ
الْعِمَامَةِ وَالْخُفِّ وَالْكِسَاءِ

”پیغمبر اکرم ﷺ تین چیزوں عمامہ، جوتا اور ردا کے علاوہ کالا کپڑا پہننے کو مکروہ سمجھتے تھے“

اسی وجہ سے بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں: کیا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں کالا کپڑا پہننا مستحب ہے؟ یا بقیہ ائمہ معصومین کے سوگ میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا یہ بات اس مسئلہ کے منافی نہیں ہے جس میں نماز میں سیاہ کپڑا پہننے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض حالات میں کالا کپڑا پہننا مکروہ ہے تو عزائے سید الشہد امیں کالا کپڑا پہننا اس کراہت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ اس غم کی نشانی ہے جس کا اظہار کرنا مستحب ہے اور صدر اسلام سے لیکر آج تک اہل بیت کے غم کا اظہار اسی لباس کے ذریعہ ہوا ہے۔

لہذا ائمہ اہل بیت سے کالے لباس کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات اگر وہ ہر اعتبار سے صحیح ہوں تب بھی ان کا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں کالے کپڑے پہننے سے کوئی تعلق نہیں ہے چونکہ ائمہ نے بنی عباس کے ظالم و جابر بادشاہوں سے مشابہت رکھنے سے منع کیا تھا جنہوں نے اپنا رسمی اور قومی لباس ہی سیاہ کپڑا قرار دیا تھا اور وہ تمام مسلمانوں کو اسی لباس کے پہننے پر

کالا کپڑا پہننے سے منع کرنے والی روایات کے بارے... ۱۷۷

مجبور کرتے تھے۔

تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل طے ہے کہ عباسیوں نے اپنی پہچان سیاہ پرچموں کو بنا رکھا تھا اور اس کی وجہ ان کا اپنے اوپر پیغمبر کی اس حدیث کو صادق کرانا تھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے لئے مشرق سے سیاہ پرچم برآمد ہوں گے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنے انصار اور چاہنے والوں کو بھی کالے کپڑے پہنا ڈالے اور اس کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ شہدائے کربلا وغیرہ کے غم میں محزون ہیں اسی وجہ سے ان کو (مُسَوَّدہ) (یعنی سیاہ لباس پہننے والے کہا گیا اور جب ان کا حکومت پر قبضہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے حکومتی کارکنان یہاں تک کہ عام لوگوں کو بھی کالے کپڑے پہننے پر مجبور کیا اور ان کے لئے کالی لمبی ٹوپی پہننا لازم کر دیا گیا!!! الخ۔

بہر حال جن روایات میں کالا کپڑا پہننے سے روکا گیا ہے اس کی وجہ لوگوں کا عباسیوں سے مشابہ نہ ہو جانا تھا اور ان احادیث کا اس لباس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے جو امام حسین علیہ السلام کے غم اور سوگ میں پہنا جاتا ہے۔

محقق بحرانی حدائق الناضرہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۶ پر یوں تحریر کرتے ہیں:

وَمِنْهَا: أَنَّهُ يَكْرَهُ الصَّلَاةَ فِي الثِّيَابِ السُّودِ،

عَدَا الْعِمَامَةَ وَالْخَفِ وَالْكِسَاءِ، وَهُوَ ثَوْبٌ مِنْ

صُوفٍ وَمِنْهُ الْعَبَا

”عمامہ، موزہ اور کساء کے علاوہ کالے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

۱۷۸ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

کساء اون کا ایک کپڑا ہوتا ہے جس کو عبا بھی کہتے ہیں“

لیکن بعید نہیں ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام میں جو سیاہ کپڑے پہنے جاتے ہیں وہ ان احادیث سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ روایات سے یہ مطلب بالکل واضح ہے کہ حزن و غم کے شعائر کا اظہار ہونا چاہئے کیونکہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو شیخ مجلسی نے برقی کی کتاب محاسن سے نقل کیا ہے کہ جناب عمر بن زین العابدین سے نقل کیا گیا ہے:

لَمَّا قُتِلَ جَدِي الْحُسَيْنِ الْمَظْلُومِ الشَّهِيدِ لِبَسِ
نِسَاءَ بَنِي هَاشِمٍ فِي مَاتَمَةِ ثِيَابِ السَّوَادِ، وَلَمْ
يُغَيِّرْ نَهَائِي حَرَّ أَوْ بَرْدًا وَكَانَ الْإِمَامُ زَيْنُ الْعَابِدِينَ
يَصْنَعُ لَهُنَّ الطَّعَامَ فِي الْمَاتَمِ

”جب میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے آپ کے سوگ میں سیاہ کپڑے پہنے اور انھوں نے چاہے سردی کا موسم ہو یا گرمی کا کالا کپڑا پہننا ترک نہیں کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کرتے تھے۔“

شیخ حرعالمی وسائل الشیعة جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ پر روایت نقل کرتے ہیں:

حسن بن ظریف بن ناصح عن ابیه عن
الحسین بن زید عن عمر بن علی بن
الحسین قال: لما قتل الحسين بن علی
لبس نساء بنی هاشم السواد المسوح، وكن
لا يشتكين من حر ولا برد، وکان علی بن

کالا کپڑا پہننے سے منع کرنے والی روایات کے بارے... ۱۷۹

الحسین عمل لهن الطعام للماتم

”حسن بن ظریف بن ناصح نے اپنے والد سے انھوں نے حسین بن زید سے اور انھوں نے عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے: جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے کالا اور معمولی لباس پہنا اور سردی اور گرمی میں ان کو تبدیل نہیں کیا، وہ نوحہ و ماتم میں مشغول رہتی تھیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کرتے تھے“
بحار الانوار جلد ۳۵ صفحہ ۱۹۵ پر ہے:

وَفِي رِوَايَةِ أُخْرَى... قَالَ: فَلَمَّا صَبَحَ
اسْتَدْعَى حَرَمَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ لِهِنَّ
أَيُّمَا حَبِيبٍ يَكُنُّ: الْمَقَامَ عِنْدِي أَوْ الرَّجُوعَ
إِلَى الْمَدِينَةِ وَلَكُمْ الْجَائِزَةُ السَّنِيهَةُ؟ قَالُوا
نَحْبُ أَوْلَادِنَا نُوْحَ عَلِيِّ الْحُسَيْنِ، قَالَ:
افْعَلُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ، ثُمَّ أَخْلَيْتَ لِهِنَّ الْحَجَرَ
وَالْبَيْوتَ فِي دِمَشْقَ، وَلَمْ تَبْقَى هَاشِمِيَّةٌ وَلَا
قُرَشِيَّةٌ إِلَّا وَلبست السَّوَادَ عَلَيَّ الْحُسَيْنِ،
وَنَدَّبُوهُ عَلَيَّ مَا نَقَلَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمَ
الثَّامِنَ دَعَاهُنَّ يَزِيدٌ، وَعَرَضَ عَلَيَّ هُنَّ الْمَقَامَ
فَابْيَسْنَ، وَارَادَ الرَّجُوعَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَاحْضُرْ
لَهُنَّ الْمَحَامِلَ وَزِينَتَهَا، وَأَمْرًا بِالْانْطِاعِ
الْأَبْرِيَسَمِ.

”دوسری روایت میں ہے کہ یزید نے اہل حرم سے پوچھا آپ شام میں رہنا چاہتے ہیں یا مدینہ جائیں گے اور ہم آپ کو بہترین ہدایا پیش کریں گے؟ انھوں نے کہا سب سے پہلے تو ہم امام حسین علیہ السلام کا سوگ منائیں گے اور ان پر نوحہ و گریہ کریں گے۔ اس نے کہا جو آپ کا دل چاہے کریں۔ پھر اس نے دمشق میں ان کے لئے ایک مکان خالی کر یا سب اہل حرم نے امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں کالے لباس زیب تن کئے اور بعض روایات کی بنا پر سات دن تک نوحہ و ماتم کیا جب آٹھواں دن ہوا تو یزید نے ان کو اپنے پاس بلا کر انھیں کچھ منصب دینا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔

جب انھوں نے مدینہ جانے کا اظہار کیا تو ان کے لئے حملیں تیار کی گئیں اور ان کو ابریشم سے سجانے کا حکم دیا“
 کتاب وفيات الائمة صفحہ ۸۵ پر آیا ہے:

ثم رَجَعَ الحسن والحسين واخوتهم امن
 دفنه، وقعد في بيته ولم يخرج ذالك اليوم ،
 ثم خرج عبد الله بن العباس بن عبد
 المطلب الى الناس فقال: ان امير المؤمنين
 قد توفي وانتقل الى جوار الله، وقد ترك
 بعده خلفاء، فان احببتم خرج اليكم وان
 كرهتم فلاحد على احد، فبكي الناس و
 ضجوا بالبكاء والنحيب فقالوا بل يخرج
 الينا، فخرج اليهم الحسن

کالا کپڑا پہننے سے منع کرنے والی روایات کے بارے... ۱۸۱

وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ سَوْدَوَةٌ هِيَ لِفَقْدِ أَبِيهِ فَصَعِدَ
الْمَنْبَرُ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاتْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَرَ النَّبِيَّ
فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ: اتَّقُوا اللَّهَ
فَإِنَّا أَمْرًاؤُكُمْ وَسَادَاتُكُمْ وَأَهْلَ الْبَيْتِ الَّذِينَ
قَالَ اللَّهُ فِيهِمْ: إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“

جب امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور آپ کے برادران علی علیہ السلام کو دفن
کر کے واپس پلٹے اور اپنے بیت الشرف میں تشریف لائے اور اس دن بالکل
گھر سے باہر نہ نکلے تو عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے لوگوں سے کہا:
امیر المومنین علیہ السلام تو دنیا سے کوچ کر گئے اور بارگاہ الہی میں پہنچ گئے ہیں لیکن وہ
اپنے بعد اپنے بیٹوں کو چھوڑ گئے ہیں اگر تم چاہو وہ تم سے مل سکتے ہیں اور کسی پر
کوئی جبر نہیں ہے، لوگوں نے گریہ و بکا شروع کر دیا اور چیخ مار کر رونے لگے،
انہوں نے کہا: امام حسن علیہ السلام سے کہہ دیجئے کہ وہ خود ہمارے درمیان تشریف
لائیں امام حسن علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اس وقت آپ سیاہ لباس پہنے
ہوئے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات حسرت آیات پر آنسو بہا رہے تھے،
آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا اور نبیؐ پر صلوات بھیجنے کے بعد
آپ نے فرمایا لوگو! اللہ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر و حاکم اور وہ اہل بیت
ہیں جن کے لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً

”بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے“

ایہا الناس آج کی رات اس شخص نے رحلت کی ہے جس جیسا نہ پہلے کوئی تھا اور نہ اب ان جیسا کوئی ہوگا، وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے بڑے اخلاص کے ساتھ ان پر جان نثار کرتے تھے، آنحضرتؐ ان کو اپنا علم دے کر میدان جہاد میں بھیجتے تھے اور جب آپ جنگ کیلئے جاتے تھے تو دائیں طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ان کی حفاظت کرتے تھے اور وہ اس وقت تک میدان سے واپس نہیں آتے تھے جب تک انھیں فتح حاصل نہ ہو جاتی تھی۔

کیا تھوک سے استنجاء ہو سکتا ہے؟

سوال ۴۴

کتاب من الاحضرة الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۸۱ پر ہے:

اذا لم يجد ماء للتطهير من البول، فليطهره

بماء فمه

”یعنی اگر پیشاب کا مقام پاک کرنے کے لئے پانی نہ ملے تو اپنے تھوک سے استنجاء کیا جا سکتا ہے“ اس کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

جواب ۴۴

مقالہ نگار نے جس بات کا تذکرہ کیا ہے وہ ہماری کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور جو حوالہ دیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔

کیونکہ کتاب من الاحضرة الفقیہ کی چار جلدیں ہیں اور اتفاق سے کسی جلد

۱۸۴ رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات
میں بھی ذکر شدہ صفحہ تو دور کی بات جو کچھ انہوں نے تحریر کیا ہے اس کا بھی کوئی
نام و نشان نہیں ہے۔

اپنے بچوں کے لیے cam کیا
پیر نزر عباس